

قال الله تعالى
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً

تجوید کے ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ایک جامع رسالہ

جَمَالُ الْقُرْآنِ

مَعَهُ حَاشِيَةٌ

إيضاحُ البَيَانِ

مَتْنٌ

حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حَاشِيَةٌ

شیخ التجوید استاذ الاساتذہ حضرت قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

قال الله تعالى
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً

تجوید کے ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ایک جامع رسالہ

جَمَالُ الْقُرْآنِ

مَعَهُ حَاشِيَةٌ

إيضاحُ الْبَيَانِ

مَتْن

حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حَاشِيَةٌ

شیخ التجوید استاذ الاساتذہ حضرت قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

(از محشی)

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى سَائِرِ سُلَاحِ الْكَرِيمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ رسالہ جمال القرآن مصنف حکیم
الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو علم تجوید میں جو مقبولیت اور
شہرت حاصل ہے وہ مختار جہان نہیں۔ سالہا سال سے یہ رسالہ پاک و ہند کے مدارس تجوید پر
مدارس عربیہ کے شعبہ ہائے تجوید میں اعلیٰ نصاب چلا رہا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ مصنف روح کا
غلوں اور ان کا علمی مقام ہے۔ اور پھر اس کتاب کی زبان کا عام فہم اور آسان ہونا یہ دوسری وجہ ہے
کتاب کی مقبولیت کی۔ لیکن پھر بھی اس میں کچھ مضامین ایسے تھے جو قابل وضاحت اور تشریح طلب
سمجھے گئے۔ اس لیے اصحاب علم نے اس پر متعدد دعوامشی کتبے جو بہت ہی مفید اور مشعل افادت ہوئے
لیکن اہل بصیرت پر حقیقت مخفی نہیں کہ زیادہ جتنا آگے کی طرف بڑھا جا رہا ہے اتنی ہی سمجھنے
کی صلاحیت کم اور علمی استعداد ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ پیش نظر
رسالہ پر ایک نیا حاشیہ لکھا جائے جو آسان بھی ہو اور مفصل بھی۔ تاکہ دور حاضر کے منتقلین اور
ابتدائی متعلمین اس سے استفادہ کر کے رسالہ کے مضامین کو مکمل طور پر سمجھ سکیں۔ یہی مقصد ہے
اس کوشش کا اور بس۔ اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے کہ حاشیہ کے مضامین عام
فہم اور سلیس عبارت میں بیان ہوں اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ متن میں کوئی جگہ
ایسی نہ رہ جائے جس کی وضاحت کرنا ضروری ہو اور نہ کی جائے۔ اور اسی مناسبت سے
اس حاشیہ کا نام ابضاح البیان تجویز کیا گیا ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا
گیا ہے کہ رسالہ جمال القرآن عام طور سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے
حاشیہ میں زیادہ تر متن کتاب کو ہی حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور متن سے متعلق مشکل جہاں
کو حتی الامکان نہیں چھیڑا گیا۔ حتیٰ تعالیٰ ثناء اپنے طعنے و کرم سے اس کوشش کو قبول فرما کر
طالبین فن کے لیے نافع اور محشی کے لیے توفیق آخرت بنائے۔

واللہ الموفق والمعين۔

نوٹ !

جس طرح مؤلف نے حق کے مضامین کو لمعات میں تقسیم فرمایا ہے۔ اسی طرح حاشیہ میں بھی لمعات قائم کر دیے گئے ہیں اور ناظرین کی سہولت کی خاطر حاشیہ میں نمبر بھی لمعات کے اعتبار سے لگائے گئے ہیں۔ صفحات کے اعتبار سے نہیں لگائے گئے۔

شکر و معافیت :

میں اس موقع پر ان اجاب اور خالصین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس حاشیہ کی تالیف کے وقت کسی حیثیت سے بھی میری مدد فرمائی یا اس کی طباعت کے لیے کوشش کی۔ حافظ محمد یاد مرگودھوی۔ حافظ مولوی عبداللطیف طنائی۔ قاری تقی الاسلام لاہوری۔ مولوی حمید الرحمن ہزاروی اور حافظ مولوی محمد یوسف طنائی اور قاری سراج احمد خٹک۔ یہ سب دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہایت غرض اور بڑی محنت کے ساتھ کتابت مسودہ کی خدمت انجام دی۔

فَجَزَاهُمَا اللَّهُمَّ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

العباد الضعیف ابوالاثر محمد شریف خادم مدرسہ دارالقرآن بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ بروز یک شنبہ

ایک ضروری گزارش

اصحاب فضل و کمال سے گزارش ہے کہ ان حواشی میں اگر کہیں کوئی غلطی یا تسامح ملاحظہ فرمائی تو غیر خودی اور شفقت علی الطلبة کے جذبہ سے محنتی کو آگاہ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔



دوسرا معہ

حواشی لمعہ اول | لہ اس لمعین مصنف نے تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ کسی علم وفن کے شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف معلوم کر لی جائے اور گو تعریف کے علاوہ اس علم کا موضوع اس کی غرض وغایت اور اس کا فائدہ یہ چیزیں بھی شروع ہی میں معلوم کر لینے کی ہیں مگر مصنف نے اختصار کے پیش نظر فقط تعریف پر ہی اکتفا کیا ہے۔ آئندہ حاشیہ میں یہ چیزیں بھی نشانہ انداختار کے ساتھ بیان کر دی جائیں گی ۱۲۔ آئندہ پس تجوید کے دو جز ہیں۔ پہلا جز مخارج الحروف اور دومہ اصناف الحروف جیسا کہ تہی سے ظاہر ہے اور مخرج اور صفت کے معنی آئندہ اپنے اپنے موقع پر آجائیں گے اور موضوع اس علم کا حروف تہجی اور غایت تصحیح حروف اور فائدہ حصول مضائقہ ہے ۱۲ آئندہ مقصد یہ ہے کہ تجوید کے اجزاء میں یہی وہ ہیں۔ رہا لہجہ سو وہ تجوید کا جز نہیں گو مستحب اور مستحسن ہے بشرطیکہ لہجہ کی وجہ سے قراءہ تجوید نہ بگڑے۔ ورنہ مکرمہ یا حرام ہے تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھ لیں عجب یہ جو اگر اگر ایک شخص قرآنی کو قراءہ تجوید کے موافق صحیح تو پڑھتا ہے مگر لہجہ نہیں بنا سکتا تو وہ مجتہد کہلانے کا حق دے۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص لہجہ خوب جانتا ہے مگر قرآن کی تلاوت تجوید کے موافق نہیں کرتا تو اس کو مجتہد کہنا کسی طرح صحیح نہیں ۱۳۔

(۴) یا ذبر، زیر، پیش، جزم، میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِیَّاکَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِھْدِنا میں ہ سے پہلے اس طرح ذبر پڑھ دیا اِھْدِنا یا اَنْعَمْتَ کی نون پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمْتَ یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے (حقیقت التجوید) اولہ بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر ناز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حیثیت ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں

حواشی لمعدوم

۱۔ پہلے لمعہ میں تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت وغیرہ بیان کرنے کے بعد اب اس لمعہ میں مصنف غلطیوں کی انواع اور ان کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔ چونکہ علم تجوید کا مقصد ہی قرآن مجید کو غلط پڑھنے سے بچنا ہے اس لیے مصنف نے اس لمعہ میں وہ تمام صورتیں بیان فرمادی ہیں جو تجوید کے خلاف یعنی غلط پڑھنے سے پیدا ہوتی ہیں ۱۲۔ اسے تجوید کے خلاف پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا یا غلط پڑھنا ان تینوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ بے قاعدگی غلطی ہے اور غلطی بے قاعدگی اور یہی مطلب ہے تجوید کے خلاف پڑھنے کا بھی ۱۳۔ اسے لحن کا اطلاق ہر قسم کی غلطی پر ہوتا ہے خواہ بھاری ہو یا ہلکی۔ البتہ بعد میں اس کی تقسیم ضروری ہے جیسا کہ مصنف نے کی ہے پس بھاری غلطی کو لحن جلی اور ہلکی غلطی کو لحن خفی کہتے ہیں۔ پھر لحن جلی کا اطلاق چار قسم کی غلطیوں پر ہوتا ہے۔ (۱) ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جانے (۲) کوئی حرف زیادہ ہو جائے۔ (۳) کوئی حرف کم ہو جائے۔ (۴) حرکت و سکون میں غلطی ہو جانے یعنی ایک حرکت کی بجائے دوسری حرکت یا حرکت کی بجائے سکون یا سکون کی بجائے حرکت اور اوپر جانے۔ یہ سب صورتیں اور ان کی مثالیں تم میں موجود ہیں مسئلہ کے سمجھانے اور صورتوں کو واضح کرنے کی غرض سے تم میں نمبر لگا دیے گئے ہیں۔ پس تم میں پہلے نمبر ایک تا چار کے ضمن میں لحن جلی کی چار صورتیں اور ان کی مثالیں بیان کی ہیں اور پھر لحن جلی کا حکم تا یس ہے اور پھر اس کے بعد لحن خفی کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔ اس ترتیب کو ذہن میں رکھ کر تم کا مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ مسئلہ سمجھ میں آ جائے ۱۴۔ یہاں مجھے پڑھے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عربی زبان سے واقف اور قرآن مجید کا ترجمہ جانتے ہیں۔ اور یہ حضرات باوجود علم رکھنے کے ان غلطیوں میں جو مبتلا ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ محض کسی لفظ کا معنی اور اس کا مادہ جان لینے سے اس لفظ کی صحیح ادائیگی نہیں آ جاتی اس کے لیے تو کسی مجتہد قاری سے ہی مشق کرنی پڑتی ہے ۱۵۔ یعنی جو اوپر لکھا گیا ہے اس کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں ۱۶۔ کیونکہ ان غلطیوں کا لفظ اور

اُن کے خلاف پڑھا جیسے تہ پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر لفظی مُند بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلْقَوَالُکِی رَا جیسا کہ اَضْرِبِ الْمُعِیْلِ اُمّے کا مگر اس نے بائیک پڑھ دیا اس کو کُن خفی کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی غلطی سے ملتی ہے یعنی مکروہ ہے (حقیقت التجوید) لیکن بچا اس سے بھی ضروری ہے۔

تنبیہ المصنف

قرآن شریف ثمر لٹ کر نے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا ضروری ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں تفصیل ہے کہ اگر سُورَت سے شروع کرے منہ دو نول یا کم زکم لفظ تو ضروری متاخر ہو جاتا ہے جیسا کہ ان کی مذہب بالاشواہ سے ظاہر ہے ۵۔ مگر برحق علی مصنف نے انہیں جیسا کہ لفظ بعض سے ظاہر ہوتا ہے البتہ نانیں فساد صرف لحن علی سے ہی آتا ہے۔ لحن خفی سے نہیں آتا۔ فساد کی صورتیں اور مثالیں نفی کی کتابوں کے باب زلزۃ القاری میں دیکھی جاسکتی ہیں ۱۲۔ ۵۔ اس قسم کے قاعدوں کو لڑ لڑائی کی اصطلاح میں صفاتِ عارضہ سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲۔ ۵۔ میں زبر و پیش کی حالت میں تہ کو پُر پڑھنا یہ اس کی صفت عارضہ ہے اور جیسے ہونے کے قاعدوں سے مُراد اسی قسم کی صفات ہیں آگے ان کا بیان مسلسل کئی لمحوں میں آ رہا ہے ۱۲۔ ۵۔ کیونکہ اس قسم کی غلطی سے نہ تو نماز ٹوٹی ہے اور نہ ہی منہ بدلتا ہے۔ صرف حروف کا حسن اور اس کی زینت جاتی رہتی ہے ۱۲۔ ۵۔ اس لیے کہ اس قسم کی غلطیوں سے نہ بچنے کی صورت ہیں بھی تجوید ناقص نہ رہتی ہے اور اس سے بچنا بھی تجوید کا ایک حصہ ہے ۱۲۔ ۵۔ ۵۔ مصنف نے لعمہ کے شروع میں جو یہ فرمایا ہے کہ تجوید کے خلاف پڑھنا یا غلط پڑھنا یا غلط پڑھنا لحن ہے تو ممکن ہے کہ لحن لفظ لانے سے لحن کے انواع کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو اس طرح کہ ابدال حرف بحرف آخر کی طرف تجوید کے خلاف پڑھنے سے حرف میں کمی بیشی ہو جانے، ایک حرکت کے دوسری حرکت سے بدل جانے اور حرکت کے سکون سے اور سکون کے حرکت سے بدل جانے کی طرف غلط پڑھنے سے اور صفاتِ عارضہ کے دانہ ہونے کی طرف بے قاعدہ پڑھنے سے اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ ابدال حرف بحرف ایسی غلطی ہے جس کا احساس بالعموم مجوید ہی کو ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں سے شروع متشابہ بصورت کا ابدال مُراد ہے جیسا کہ تن کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ اور ان حرفوں میں بغیر شق کیے فرق کرنا مشکل ہے اور حروف کی کمی بیشی کو اور ایسے ہی حرکت و سکون کی غلطی کو وہ علمائے عربیت بھی محسوس فرماتے ہیں جو تجویدین نہیں ہیں۔ اس لیے ان کی طرف اشارہ بھی عام عنوان سے کیا ہو یعنی غلط پڑھنا

تو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت یا ہی میں شروع ہو گئی تب بھی بسم اللہ ضروری ہے مگر اس دوسری صورت میں سورۃ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۃ براءۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے۔ اور اگر اور کو صفات عارضہ کی عدم ادائیگی کا احساس بھی ہو دین ہی کو نہ تھا ہے مگر چونکہ وہ تجوید کا ایسا اہم جز نہیں ہے جس طرح کہ خارج و صفات لازمی ہیں۔ اس لیے ان کی غلطی کی طرف اشارہ بھی ہلکے عنوان سے کر دیا ہو یعنی بے قاعدہ پڑھنا۔ چنانچہ متن میں بھی ان کے ترک کو حرفوں کے جہیں ہونے کے قاعدوں کے خلاف پڑھنے ہی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس لمحہ کو اصل مسائل پر جو مقدمہ کیا ہے تو اس کی وجہ نشاید یہ ہو کہ مصنف کے پیش نظر یہ سمجھا نا ہو کہ آئندہ لغات میں بیان ہونے والے مسائل کو یاد کر لینے اور ان کی روشنی میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے مقصود انہی غلطیوں سے بچنا ہے جو یہاں بیان کر دی گئی ہیں۔ واللہ اعلم وعلیہ السلام ۱۲۔

حواشی لمحہ سوم | ۱۔ اس لمحہ میں مصنف نے آئندہ بسم اللہ کے پڑھنے کا عمل اور موقع بیان فرمایا ہے اور مسئلہ کے باقی پہلوؤں کو ابتدائی رسالہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز فرمادیا ہے۔ احقر کی رائے میں مسئلہ کے لیے بھی مناسب ہے کہ کتاب میں مسئلہ کی جوتی مذکور ہے اس کے سوا اور دوسری مشقوں سے تعرض نہ کریں تاکہ مبتدی کا ذہن متوش زہوا نہ ہو ۱۲۔ خواہ کسی سورت کے شروع سے پڑھنا شروع کیا جائے یا درمیان سے مثلاً کسی پارہ یا رکوع وغیرہ کے شروع سے یہ حکم عام ہے ۱۲۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل میں اس کا حکم فرمایا ہے ۱۲۔ اس تفصیل کے بگھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہاں سورت اور صورت میں کیا فرق ہے۔ پس سورۃ تو دوسری عام لفظ ہے یعنی قرآن مجید کی سورۃ اور صورت بمعنی حالت ہے۔ اب سمجھو کہ بسم اللہ کے پڑھنے کا موقع ابتداء سورت ہے اور ابتداء صورت کی دو صورتیں یعنی دو حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ابتداء سورۃ سے پڑھنا شروع کیا جائے اور دوسری یہ کہ ابتداء سورۃ کے درمیان قرأت میں واقع ہو یعنی پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورۃ شروع ہو جائے پس بسم اللہ کا پڑھنا ابتداء سورۃ میں ان دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔ البتہ سورۃ براءۃ کی ابتداء کا حکم اس عام قاعدہ سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تو سورۃ براءۃ پڑھتے پڑھتے درمیان میں شروع ہو جائے تب تو اس کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا سب سے نزدیک جائز ہے اور اس کو تم بھی دوسری صورت کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اور اگر کہیں سے پڑھنا شروع کیا جائے تو اس صورت میں بھی اکثر علماء ناجائز ہی کہتے ہیں۔ البتہ بعض علماء

کسی سورت کے نیچے میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے۔ ضروری نہیں لیکن
اخذ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

نئے اس حالت میں پڑھنے کو جائز بتایا ہے اور اگر قن میں اکثر کے قول کو جو بعض کا قول بتایا ہے تو یہ دوسرے
محققین کی تحقیق کے خلاف ہے اور پھر جو علماء اس صورت میں جائز بتاتے بھی ہیں تو وہ بھی ابتدائے سورت کے
لحاظ سے نہیں بلکہ صرف تبرکاً یعنی برکت حاصل کرنے کی غرض سے جائز بتاتے ہیں جیسا کہ ابتدائے قرأت درمیان
سورة کی صورت میں بھی اس مقصد کے لیے بسم اللہ کا پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے و اللہ اعلم۔ اس مسئلہ کی کچھ تفصیل تو فیہ
مرضیہ شرح فراہم کی گئی ہے ص ۱۲۷ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ کام جو مہتمم یا نشان ہر اگر اس کو بغیر
بسم اللہ کے شروع کیا جائے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور تلاوت قرآن سے بڑھ کر اور کوئی کام مہتمم یا نشان
ہر اگر۔ اور ضروری اس لیے نہیں کہ اس کا عمل نہیں پایا گیا ہو کہ ابتدائے سورة ہے ۱۲ یعنی ابتدائے اقراءت
درمیان سورة کی حالت میں ۱۲ کیونکہ اس کا عمل پایا جاتا ہے یعنی ابتدائے قرأت۔ ایک مفید مشورہ
محققین کو چاہیے کہ پہلے اچھی طرح سمجھا کر پڑھا جانے کے بعد سورت اور قرآن کے شروع اور درمیان کے لحاظ
سے جو تین مشکل نکلیں ہیں وہ ہر شکل میں اخذ اور بسم اللہ دونوں کے یا دونوں میں سے ایک کے پڑھنے کا جو حکم
ثابت ہوتا ہے طلبہ کو نہیں سمجھادیں مگر کوشش اس بات کی کریں کہ سمجھنے کا انداز مختصر اور تقریر اس طرح کریں
کہ اس لمعین محقق یہ بات معلوم ہو کہ شروع قرأت میں اخذ کا اور شروع سورت میں بسم اللہ کا پڑھنا ضروری
ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی سورة کے شروع سے پڑھنا شروع کیا جائے تو وہاں اخذ اور بسم اللہ دونوں
ہی پڑھی جائیں گی۔ اخذ تو اس لیے کہ شروع قرأت ہے اور بسم اللہ اس لیے کہ شروع سورت ہے اور اگر
شروع قرأت درمیان سورت سے ہو یعنی کسی سورت کے درمیان سے پڑھنا شروع کیا جائے تو وہاں اخذ تو
ضرور پڑھی جائے گی اور بسم اللہ کا پڑھ لینا بھی بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔ اور اگر شروع سورت درمیان قرأت
ہو یعنی پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورت شروع ہو جائے تو وہاں صرف بسم اللہ ہی پڑھی جائے گی۔ پس یہ تین مشکل
ہوئیں۔ ۱۔ شروع قرأت شروع سورت ۲۔ شروع قرأت درمیان سورت ۳۔ شروع سورت درمیان قرأت۔ اب
یہ سمجھ کر شروع قرأت شروع سورت میں اخذ کو بسم اللہ سے اور بسم اللہ کو آیت سے ملا کر یا دونوں بروقت کر کے
یا پہلے کو دوسرے سے ملا کر دوسرے پر وقف کر کے یا اس کے برعکس معنی پہلے پر وقف کر کے اور دوسرے کی آیت
سے ملا کر جس طرح چاہو یہ طریق جائز ہے اور شروع قرأت درمیان سورة میں اگر بسم اللہ پڑھیں تو اس کو آیت
سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں بلکہ اگر چاہو پر وقف کر کے پڑھنا ہی ضروری ہے۔ ہاں اخذ کو بسم اللہ سے ملا

چوتھا حصہ

جن مرقوموں سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔ مخرج
اور نہ ملنا دونوں جائز ہیں۔ اور اگر بسم اللہ پڑھیں تو اعوذ کو اگرچہ آیت سے ملانا جائز تو ہے لیکن نہ ملنا
بہتر ہے۔ ہاں اگر آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اس آیت سے
اعوذ کو ملنا قطعاً جائز نہیں اور شروع سورت درمیان قرأت میں پہلی سورت کے آخر پر وقف کر کے یا اس کو
بسم اللہ سے ملا کر پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن اگر سورت کے آخر کو بسم اللہ سے ملا دیا ہے تو اب التیم
پر وقف کرنا جائز نہیں بلکہ اگلی سورت سے ملا کر پڑھنا ہی ضروری ہے۔ اور اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورت
برأت شروع ہو جائے تو وہاں چونکہ بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی اس لیے وہی سورت میں باقی رہ جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ
سورت انفال کے آخر پر وقف کر دیا جائے اور وتریہ کراس کے آخر کو بَرَآۃً مِنَ اللہ سے ملا کر پڑھا جائے
البتہ یہاں پر ایک تیسری صورت بھی جائز ہے اور وہ یہ کہ سورت انفال کے آخر یعنی بَکْلِ شَیْءٍ حَلِیْلٍ عَلٰی رَاسِ
یہ غلطی دیکھ کر دوسری سورت شروع کی جائے اور اس کو سکتہ کہتے ہیں۔

حواشی لمعہ چارم

۱۔ تجوید کی تعریف، لحن کی صورتیں اور ان کا حکم، اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھنے
کا موقع اور محل بیان کرنے کے بعد اب اس لمعہ سے مصنف تجوید کے اصل مسائل شروع فرما رہے ہیں اور
جیسا کہ پہلے لمعہ میں فرما چکے ہیں کہ تجوید نام ہے حروف کو ان کے مخارج اصیلہ سے نکالتے اور ان کی صفات
کے ادا کرنے کا اس لیے اب مسائل کے بیان میں بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے کہ پہلے حروف کے مخارج بیان
فرمائے ہیں اور پھر صفات کی بحث لائے ہیں اور مناسب بھی یہی ترتیب ہے اس لیے کہ حروف کے ادا ہونے میں پہلا
مرتبہ عروج کا ہے اور صفات کا درجہ خروج کے بعد ہے ۲۔ یعنی جن جگہوں سے جیسا کہ زبان کی جوڑ، زبان کی
کروٹ اور دونوں ہرٹ وغیرہ ہاں لہی جگہوں کو مخارج کہتے ہیں اور مخارج جمع ہے مخرج کی اور مخرج کے منہ
میں حروف کے نکلنے کی جگہ ۱۲۔ اس طرح کہ ایک حرف میں تین حلق میں، دس زبان میں، اور ہر ٹھنڈ میں اور ایک
ناک کی چڑ میں ہے تفصیل کتاب میں آ رہی ہے ۱۲۔ اس مخرج کے ضمن میں چونکہ مصنف نے مخرج کا نام
اس سے لکھنے والے حروف اور ان حروف کے اصطلاحی ناموں کے علاوہ کچھ چیزیں اور بھی بیان فرمائی ہیں مثلاً
ہمزہ اور دالغ کا فرق، واو اور یا کی تین تین قسمیں، حروف مدہ کو مدہ اور مدو یا مدینے کی وجہ۔ اس لیے اساتذہ
کو چاہیے کہ پہلے یہ سب چیزیں علیحدہ کو الگ الگ سمجھا دیں اور پھر کتاب کی عبارت پر موقوف کر اس کی وضاحت کریں ۱۳

نہرا، جو ف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلاء اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ واؤ جبکہ ساکن ہوا اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے الْمُفَضَّلُ یا جبکہ ساکن ہوا اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے تَسْلِيْعُ الف جبکہ ساکن تھے جھکے ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے حَوَاكِل۔ اور ساکن بے جھکے اس لیے کہا کہ زیر زیر پیش والا اور اسی طرح ساکن جھکے والا ہمزہ ہوتا ہے اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں جیسے الحمد کے شروع میں جو الف ہے۔ یا بائیں کے بیچ میں جو الف ہے یہ واقع میں ہمزہ ہے اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جائے گا۔ یاد رکھنا اور جس الف اور جس واؤ اور جس یاد کا الٹی اور پڑا ہوا ہے ان کو حروف مدہ اور حروف ہوا اور ہوا بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر بھی مد بھی ہوتا ہے۔ کیا دھریں لمبے کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہو گا۔ اور دوسرا نام اس لیے کہ یہ حروف ہوا پر تمام جڑتے ہیں۔ اور جس واؤ ساکن سے پہلے زیر ہوا اس کو واؤ لین کہتے ہیں جیسے مِنْ خَوْفٍ اور جس یا ساکن سے پہلے زیر ہوا اس کو یا د لین کہتے ہیں جیسے

ہے اس لفظ کا سنی اور صنف نے بیان فرمایا یہ ہے یعنی منہ کے اندر کا خالی ہونا۔ اب سمجھنے کی چیز یہ تھی کہ غلام سے حروف کے داہونے کا کیا مطلب ہے۔ یہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس طرح ان حروف کی ادائیگی میں آواز کسی نہ کسی جگہ پہنچ کر رک جاتی ہے اس طرح ان حروف کی ادائیگی میں آواز کسی نہ کسی جگہ پر ٹھہرنے اور رکنے نہیں پاتی بلکہ گزرتی ہوئی چلی جاتی ہے اور ہوا میں پھیل کر ختم ہو جاتی ہے ۱۲۔ یعنی بڑھا اور نرم کر دیا یا نکل گئے نہ پائے جیسے قَالِ اور کَانَ کا الف کیونکہ الف کی حقیقت ہی یہی ہے ورنہ اگر کہنے میں جھٹکا لگا تو الف نہیں ہے بلکہ ہمزہ ہوتی ہے جیسا کہ آگے میں بھی ہے ۱۲۔ یعنی وہ جن کے ساتھ ساکن ہونے اور ماقبل کی حرکت کے خلاف ہونے کی قید لگائی ہے ۱۲۔ یہ نام اس مال کی وجہ سے نہیں ہے جو بھی ہوتا ہے نہ لازم آئے گا کہ جب ان میں مید نہ ہو اس وقت ان کا یہ نام بھی نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ نام اس مد کی وجہ سے ہے جس پر ان حروف کی فہم ات کا مدار ہے اور جس کو مد ذاتی کہتے ہیں کیونکہ اس سے یہ کبھی خالی نہیں ہوتے اور جن میں جو کبھی کی قید بڑھائی ہے تو اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس مد کی حالت میں مد کا احساس نیا دہ ہوتا ہے ۱۳۔ ہوا پر تمام ہونے اور جو ف سے داہونے کا مطلب ایک ہی ہے دیکھو حاشیہ نمبر ۱۳۔ دلی اس کی وضاحت کی گئی ہے ۱۲۔ یہ لفظ اس لیے بڑھا یا گیا ہے کہ اگر کاتب غلطی سے لفظ بڑھا بھی دے تو اس کو فہم اور مد ہوا اور اسی طرح مخرج سے کہ حروف میں نقطے والے کی قید کا بھی یہی فائدہ سمجھنا چاہیے ۱۳۔ اہمات نبیان کی نقل کا گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو تالو کے بالکل آخر میں لٹکا ہوا ہے اس کو اردو میں کہتے ہیں ۱۳۔ یعنی

والْقَبِیْف پس دواولین اودا و متحرک کا مخرج آگے سولہویں مخرج کے بیان میں آئے گا اودیا
متحرک اودیا لیں کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا (مخروج ۱۱) اقلی اقلی یعنی اقلی کا
پچھلا حصہ سینکڑی طرف والا اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں بہرہ اودیا (مخروج ۱۲) وسط اقلی یعنی
اقلی کا درمیان والا حصہ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ح اودیا ح بے نقطہ و آ (مخروج ۱۳) ادنی اقلی
یعنی اقلی کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں خ اودیا ح نقطہ و اے
اودیا ان چھ حروفوں کو حروف اقلی کہتے ہیں (مخروج ۱۴) لہذا یعنی کتے کے متصل زبان کی جڑ جبکہ اوپر
کے تالو سے نکلتے ہوئے اس سے قاف ادا ہوتا ہے (مخروج ۱۵) قاف کے مخرج کے متصل ہی منہ
کی جانب دواں نیچے ہٹ کر ادا اس سے کاف ادا ہوتا ہے اودیا ان دونوں کو لہذا کہتے ہیں ۔

(مخروج ۱۶) اوسط زبان اودیا اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے اودیا اس سے یہ حروف ادا ہوتے
ہیں ج - ش - یاء جبکہ وہ مادہ نہ ہو یعنی یا ئے متحرک اودیا لیں اودیا کے معنی مخرج ۱۷
کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں اودیا ان کو حروف شجرہ کہتے ہیں (خامدہ) آگے جو مخرج آتے ہیں
ان میں بعض انتروں کے نام عربی میں آدیں گے۔ اس واسطے پہلے اُن کے معنی بتلائے دیتا ہوں۔
ان کو خوب یاد کر لیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو جانا چاہیے کہ متیس انتروں میں سے سات گنے کے
چار انتروں کو ثناء یا کہتے ہیں۔ دو اودیا و اودیا کو ثناء یا علیا اودیا و نیچے والوں کو ثناء یا سفلی اودیا

جا کہ گئے اودیا گے لام کے مخرج میں بھی مؤلف نے یہی لفظ استعمال کیا ہے اس کا مطلب بھی یہی سمجھنا چاہیے
۱۳ جو ثناء حروف کا مخرج لہذا سے متصل ہے اس لیے ان کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے ۱۲ اے کہ
وہ ہرے کی حالت میں اس کا مخرج جوف دہی ہے جیسا کہ مخرج ۱۷ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے ۱۲ اے شجر
بسکون چیم منہ کے اندر کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے یہ تینوں حروف ادا ہوتے ہیں ۱۲ اے یہاں منہ سے
مڑا دانتوں کے نام اودیا ان کی ترتیب ہے و دظاہر ہے کہ کتاب میں دانتوں کے معنی تو مذکور نہیں ۱۲ اے
کیونکہ عام طور پر انسان کے منہ میں متیس دانت ہی ہوتے ہیں ۱۲ اے پس دانتوں کی ترتیب اودیا کے مطابق
سمجھنے کے لیے کسی کما دہ سے شروع نہ کیا جائے بلکہ سب پہلے ان چار دانتوں کی جگہ معلوم کر لینی چاہیے جو کہ
والے کو منہ نظر آتے ہیں انہیں کو ثناء یا کہتے ہیں۔ ۱۶ و دیر و دوا کہتے ہیں اودیا میں ملے ہوئے ہیں اس طرح کہ و
ادیا میں اودیا و نیچے بخلاف باقی دانتوں کے کہ وہ چاروں طرف ایک ایک میں جیسا کہ کتاب میں تفصیل ہو چوہے
اگر اس بیان سے ترتیب سمجھیں دانتوں کو کتاب معلوم تجوید میں دانتوں کا نقشہ دیکھ لیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲

ثنا یا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو باعیات اور قواطع بھی کہتے ہیں۔ پھر ان باعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک الیہیں۔ ان کو انیاب اور کواسر کہتے ہیں۔ پھر ان انیاب کے پاس جو چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضواحک کہتے ہیں۔ پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور یہیں یعنی تین اوپر دہائی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے دہائی طرف اور تین نیچے بائیں طرف ان کو طواحن کہتے ہیں۔ پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہر جانب ہے جن کو نواجذ کہتے ہیں۔ اور ان سب ضواحک، طواحن اور نواجذ کو اضر اس کہتے ہیں جن کو اردو میں داڑھیں کہتے ہیں۔ یہاں کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کر دیا ہے۔ وہ نظم یہ ہے :

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو ثنا یا ہیں چار اور دہائی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی ہے بیس کہتے ہیں فرائض اضر اس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن میں بارہ نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

(مخرج ۵) ض کا ہے اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ دائیں یا بائیں سے نکلنے ہے جبکہ اضر اس علیا یعنی اوپر کی داڑھوں کی جڑوں سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر دگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے اس حرف کو دال پیر یا بابیک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص غلط پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر

اسی طرح دہائیات، انیاب، ضواحک اور نواجذ دانت بھی چار چار ہی ہیں۔ البتہ طواحن چار نہیں بلکہ بارہ ہیں۔ اس لیے یہ باقی دانتوں کی طرح چاروں طرف ایک ایک میں ملکتی ہیں میں ۱۲ اے اگرچہ تمام دانتوں کی دو دو قسمیں ہیں۔ علیا اور سفلی مگر چونکہ ثنا یا سفلی کے برابر نیچے کے کسی دانت سے کوئی حرف دہائیں ہوتا۔ اس لیے مصنف نے باقی دانتوں کی اس تقسیم کی ضرورت نہیں سمجھی اسی لیے ۱۲ اے مگر پورا حافہ ضا کا مخرج نہیں بلکہ قلعی حافہ یعنی حافہ کا وہ حصہ جو اضر اس کے مقابل ہو کیونکہ زبان کی نوک اور حافہ کا کچھ حصہ لام کا مخرج ہے جیسا کہ آگے میں ہی مخرج ۹ کے ذیل میں آ رہا ہے ۱۲ اے کیونکہ یہ بھی ایک مستقل حرف ہے اور اس کی بھی ایک اداس ہے اور اس طرح پڑھنے سے لازم آئے گا ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا جو بعض جلی

ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر زنجی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اود تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظار کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ اے کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ (مخو ج ۹) لام کہتے کہ زبان کا کنارہ معہ کچھ حصہ شفا فہ جب ثنایا اود بائیں اور بائیں طرف کے موڑوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہرگز مگر کھلے خواہ دائیں طرف سے یا بائیں طرف اور دائیں طرف سے آسان ہے اود دونوں سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے (مخو ج ۹) نون کا ہے اود وہ بھی زبان کا کنارہ ہے مگر لام کے مخرج سے کم ہرگز نہیں ضاحک کو اس میں دخل نہیں (مخو ج ۹) لام و او کا ہے اود وہ نون کے مخرج کے قریب ہے مگر اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے کی ایک صورت ہے جیسا کہ دوسرے لمبے میں گذر چکا ہے خصوصاً اے پڑ تو سرے سے کوئی حرف ہی نہیں ہے۔

اس لیے ضاد کو دال پڑھنا تو اود بھی زیادہ گناہ کی بات اور فاضل عطی ہے ۲۲۰ لے کیونکہ اس میں بھی مومی خرابی ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے ۲۲۰ لے کیونکہ اس میں صفت رذات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حرف نرم داہنہ ہے اود اسی صفت کی وجہ سے آواز بھی جاری رہتی ہے جیسا کہ صفات کے باب میں معلوم ہو گا ۲۲۵ لے اس لیے کہ ضاد کی طرح ظار میں بھی صفت رذات اور طباق ہے بلکہ دونوں تقریباً تمام صفات میں شریک ہیں ۲۲۵ لے کیونکہ دال شدید تغلہ ہے اود ضاد فہوہ مطبقہ میں ال تو سخت اود بایک دال ہرگز اود ضاد نرم اود فہوہ پڑ چکا ہے گا ۲۲۵ لے چنانچہ حایہ النشر اود نہایہ القول المفید وغیرہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ضاد مشابہ بالظاد ہے۔ اود یمن کی انتہائی قابل توفیق اور معتبر کتاب میں ہیں۔ علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں جن میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی آواز سننے میں ظار کی آواز کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہے بلکہ یہی اس کی صحت ادا کے لیے میاں ہے ان میں سے لاقصدا فی الضاد مصنفہ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بخوری اود رضی اللہ عنہما فی تحقیق الضاد مصنفہ جناب قادی محمد بن احمد صاحب الدار بادی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اود آخر نے بھی اس موضوع پر سبیل ارشاد فی تحقیق تلفظ الضاد کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو بغض نہائی نہایت جامع اود مفید معلومات سے چر ہے قابل مطالعہ ہے ۲۲۸ لے حاشیہ نمبر ۲۰ ایک با پھر دیکھ لیے ۲۲۹ لے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لام کا مخرج موڑوں کے کچھ اوتار تالو کی جانب ہے نیچے اتار میں نہیں اود اعلیٰ ۱۲ لے یعنی اس کا معاملہ ضاد کے برعکس ہے کیونکہ وہ بائیں طرف سے آسان ہے ۲۲۸ لے میں لام کا مخرج چاندت

ان تینوں حرفوں کو بھی لام اور نون اور دال کو طریقہ دے دیا لفظ بھی کہتے ہیں۔ (مخروج ۱۲) طاء اور وال امتداد کا ہے یعنی زبان کی نوک اور دنیا یا علیا کی جڑ اور ان تینوں حرفوں کو قطعیت کہتے ہیں۔ (مخروج ۱۳) عطاء اور ذال امتداد کا ہے اور وہ زبان کی نوک اور دنیا یا علیا کا شمار ہے۔ اور ان تینوں حرفوں کو قطعیت کہتے ہیں۔ (مخروج ۱۴) صا اور ذاء اور سین کا ہے اور یہ زبان کا سرا اور دنیا یا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال دنیا یا علیا کے ہے اور ان کو حروف صغیر کہتے ہیں (مخروج ۱۵) فاء کا ہے اور یہ نیچے کے ہونٹ کا ختم اور دنیا یا علیا کا کنارہ ہے۔ (مخروج ۱۶) واولی ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ باء اور میم اور واو جبکہ مدہ نہ ہو یعنی واو متحرک اور واو یسوی و مدہ کے معنی خروج مل کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اس لیے اس کو بھری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خفگی سے نکلتی ہے اس لیے اس کو تری کہتے ہیں اور واو دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے امداء کو اراق تینوں

میں اور نون کا میں ۱۲ کہ ابتداء فرق ہے کس میں نوک زبان کچھ ناوک کے اندر نکلتی ہے نکلات نون کے کس میں مسوڑھوں قریب نکلتی ہے اور ایک تھوڑا سا فرق اور بھی ہے جس کو گنگے قن میں بیان کیا ہے اور علم ۱۳ شیت زبان زبان کے اوپر ملے تھے کو کہتے ہیں جس سے حروف ادا ہوتے ہیں اور اس کو عربی میں ظہر سان کہتے ہیں اور نیچے والے تھے کو چرچے کہتے ہیں۔ پس اب مطلب یہ ہوا کہ راء کی داہلی میں لام اور نون کی طرح صرف زبان کی نوک ہی نہیں نکلتی بلکہ پشت زبان کا سرا بھی نکلتا ہے اور علم ۱۴ طرف کنا سے اور نوک کو کہتے ہیں اور ذوق کے بھی یہی معنی ہیں ۱۵ ان حرفوں کے خروج سے فراء اور پرایک چھوٹا سا کنارہ ہے اس کو قطع کہتے ہیں۔ انگلی سے عروس ہو سکتا ہے ۱۶ مگر یہاں سے سے مراد نوک نہیں بلکہ انہوں کا اندر والا کنارہ مراد ہے ۱۷ رفتہ مسوڑھ کو کہتے ہیں ۱۸ بینی ملنا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا یا علیا کا اتصال زبان کی نوک کے ساتھ ہو جانا ہے بلکہ اس اتصال سے مراد دنیا یا علیا کا سفلی کے ساتھ اتصال ہے وضاحت مستقیم التجوید میں دیکھو ۱۹ ان حرفوں کا یہ نام صفت صنیہ کی وجہ سے ہے جو ان حرفوں کی ایک ہفت ہی مشہور اور نون صفت ہے رزہ خرف کے لحاظ سے ان حرفوں کا لقب اسید ہے ۲۰ میان کنارہ سے مراد دنیا یا علیا کی نیچیں ہیں کیونکہ فاء نوکوں کی داہلی ہے ۱۲ کیونکہ او مدہ کا خروج حوت ہے جیسا کہ خروج مل کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے ۲۱ بھر کے معنی پانی اور تری کے آتے ہیں اور بھر کے معنی خفگی کے اسی مناسبت باء کو بھری اور میم کو تری کہتے ہیں ۱۲۔ ۳۰ یعنی اس طرح اسے توڑے ہونٹا و بیچ کھلا ہوا ہونٹوں کے گول ہوجائیں یہی مطلب ہے ناتمام ملنے ۱۲

حرفوں کو شفویہ کہتے ہیں۔ مخرج جڑ کا، غیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے اس سے غنتہ نکلتا ہے غنتہ کا بیان آگے نویں اور دسویں لمبیں نون اور میم کے قاعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

۱۱۱ یعنی جڑ اور اس سے ناک کی بڑی والا حصہ ہے اور یہی مخرج ہے غنتہ کا ۱۱۲ یعنی نویں اور دسویں لمبیں غنتہ کے سمتی اور یہ کہ نون اور میم میں غنتہ کن حالتوں میں ہوتا ہے یہ چیزیں بیان کی جائیں گی نویں لمبیں تو میم کے غنتہ کا بیان ہو گا اور دسویں لمبیں نون کے غنتہ کا اور غنتہ بس انہی دو حرفوں میں ہوتا ہے ۱۱۳ یہ طریقہ دراصل مخرج کے معلوم کرنے کا طریقہ نہیں کیونکہ مخرج نوک تا میں بیان ہو چکی ہیں بلکہ یہ طریقہ اپنی ادائے معلوم کرنے کا ہے یعنی یہ کہ حرفیں مخرج سے ادا ہوا ہے یا غلط مخرج سے واللہ اعلم ۱۱۴۔

ایک مفید مشورہ۔ متعلمین کو چاہیے کہ صفات کا بیان پڑھانے سے پہلے طلبہ کو مخرج کی خوب مشق کرا دیں۔ اس طرح کوہ فر فر ساسکیں۔ اگر کمال تقریر کی عبارت میں مخرج یاد نہ ہو سکیں تو محققہ لفظوں میں ہی یاد کرا دیں۔ مثلاً اس طرح کہ کوہائی کہ حرفوں کے مخرج مشورہ میں پہلے مخرج جوف دہلی اس سے الف او ویا مہ ادا ہوتے ہیں دوسرا مخرج قنقی علی اس سے ہمزہ او ویا نکلتے ہیں تیسرا مخرج وسط علی اس سے مین اور وا ادا ہوتے ہیں چوتھا مخرج ادنی علی اس سے غین اور وا نکلتے ہیں۔ پانچواں مخرج زبان کی جڑ اور اس کے مقابل اور پکاتا لو اس سے قی ادا ہوتا ہے۔ چھٹا مخرج اس سے فرادینچے منہ کی طرف ہٹ کر اس سے ک نکلتا ہے۔ ساتواں مخرج بیچ زبان اور اس کے مقابل اور پکاتا لو اس سے ج۔ ش۔ ادنی وغیرہ ادا ہوتے ہیں۔ آٹھواں مخرج زبان کی کوٹ اور اوپر کی دائرہ حوں کی جڑیں اس سے خ نکلتا ہے نوں مخرج نوک زبان سے کچھ حافظہ اور ثنایا، رباعی، ویناب اور ضواحک کے موٹھے اس لام ادا ہوتا ہے۔ دسواں مخرج ثنایا، رباعی اور ناب کے موٹھے اور زبان کی نوک اس سے نوں نکلتا ہے۔ گیارہواں مخرج نوک زبان سے سرالپشت زبان اور ثنایا اور رباعی کے موٹھے اس سے ادا اور ہوتی ہے۔ بارہواں مخرج ثنایا علیا کی جڑیں اور زبان کی نوک اس سے طاء، دال اور تاء نکلتے ہیں تیرہواں مخرج نہان کی نوک اور ثنایا علیا کے اندر کے کنارے اس سے ظاء، ذال اور ثاد ادا ہوتے ہیں۔ چودھواں مخرج ثنایا علیا و سنی کا اندر کے کنارے اور زبان کی نوک اس سے عا دیبیں اور زاء نکلتے ہیں۔ پندرہواں مخرج نیچے کے ہرنٹ کا شکم اور ثنایا علیا کی نوک اس سے خاد ادا ہوتا ہے سولہواں مخرج دونوں ہرنٹ اس سے بارہیم اور وا نکلتے ہیں۔ البتہ بارہیم کو ہرنٹوں کے طے سے ادا ہوتے ہیں اور وا کو نیچے کی طرح گولی ہرنے سے سترہواں مخرج ناک کی جڑ اس سے غنتہ ادا ہوتا ہے فقط ۱۱۴۔

پانچواں لمعہ

جن کیفیتوں سے حرف ادا ہوتے ہیں ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ ہے۔ ایسی صفت کو ذاتیہ لازمہ اور غیرہ لازمہ اور مقدمہ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی ہے مگر اس کا حسن و زینت نہ ہے اور ایسی صفت کو محض مزینہ حلیہ عارضہ کہتے ہیں۔ پہلی قسم کی صفات مشترکہ ہیں۔

حواشی لمعہ پنجم **الف** خارج کے عداد اس حصے صفت تجرید کے دوسرے جز یعنی حرفوں کی صفات کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ مدانات کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لازمہ (۲) عارضہ۔ حرف کے صحیح و اسنے میں صفت لازمہ کو چونکہ زیادہ دخل ہے اس لیے پہلے اس پانچویں لمعہ میں صفت بیان فرمائی ہیں اور پھر اس کے بعد کے لمعہ میں صفت عارضہ کی بحث لگے ہیں۔ علم تجرید میں صفت لازمہ کی بحث سبب زیادہ مشعل بھی گئی ہے اس لیے یہی صفت کو چاہیے کہ سمجھنے میں بھی زیادہ محنت سے کام لیں ۱۲ گے یعنی حرفوں کی وہ حالتیں جو خارج سے ادا ہوتے وقت ان کو پیش آتی ہیں۔ مثلاً حرف کانرم یا نخت یا پڑیا یا ایک ادا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ کتاب میں تفصیل آ رہی ہے۔ بس حرف کی انہیں حالتوں کو تجریدی صفت سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲ گے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان صفات کے ادا نہ ہونے سے حرف کوئی اور چیز بن جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حرف مطلوب ادا نہیں ہوتا اور دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے مثلاً ظاہر میں اگر استدلال ادا مطابق ادا نہ کی جائے تو ظاہر نامعنی رہے گا بلکہ اس سے بدل جائے گا پس ان کی عبارت پر ملاحظہ وقت لفظ وہ پروردار و دینا چاہیے لفظ حرف پر نہیں۔ اگر ادا کیا جائے گا تو اس کی یہ وضاحت بآسانی سمجھ میں آجائے گی ۱۲ گے ان صفات کے یا تقاب مختلف اعتبارات سے ہیں ذاتیہ لازمہ مقدمہ و موقوف کے معنی تو تقریباً ایک ہی ہیں یعنی ایسی صفت جن کے ادا ہونے سے بغیر حرف کی ذات کامل نہیں ہوتی۔ ادا لازمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی صفت ہیں جو حرف میں ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔ اور کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتیں اور غیرہ لازمہ ان کو اس سے کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ایک مخرج کے کئی حرف ایک لمعہ سے جدا ہو جاتے ہیں ۱۲ گے جی جس کو ادا کرنا مقصود ہوا اور کسی سے بدلے نہیں ۱۲ گے محض اور بدلے والے و لفظ یعنی مزینہ اور حلیہ تینوں تقریباً ہم معنی ہیں یعنی حرفوں کو زینت دینے والی اور خوبصورت بنانے والی صفات اور عارضہ متقابل ہے لازمہ کا پس عارضہ کے معنی یہ ہوں گے (یہ صفت جو کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں) اور بعض حرفی میں ان صفات کو حلیہ کہنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ صفت حروف میں خاصی موقوف ہیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے

(۱) ہمس :- اوجن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مجموعہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ پھڑے کر سانس جاری رہ سکے اور آوازیں ایک قسم کی پتی ہوں اور ایسے حروف وہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے **فَحْشَہْ كُتْصُ سَلَتْ** (۲) ہمزہ :- اوجن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مجموعہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ پھڑے کر سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آوازیں ایک قسم کی ہلکی ہوں اور مجموعہ کے سوا باقی سب حروف مجموعہ ہیں اور پھر دوسرے دونوں صفتیں ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔

سوا دوسرے موقوف پر نہیں پائی جاتی۔ یہ توجہ حاشیہ نسبت الفرقان میں خود مستفاد سے منقول ہے مگر پہلی صورت میں ہم کاغذ پر گواہی دے دوسری صورت میں ہم کاغذ پر گواہی دے دوسری صورت میں یہ عمل منہ پر مخرج سے ہو گا اور اس علم ۱۲
ش محکمین کو چاہیے کہ پہلے ان سترہ صفات کو کسی کاغذ پر مسلسل لکھ کر لگا کر یاد کر لیں۔ اس طرح کہ طلبہ ان سب کو ایک سانس میں فرخ رہا سکیں۔ اور پھر ان کے معنی سمجھانے سے پہلے تین ذیلیں صفات کی لفظی بحث بھاد تب معنی سمجھائیں۔ اور لفظی بحث کی تقریر اس طرح شروع کریں کہ جب تم ان سترہ صفات کے نام یاد کر چکے تو اب یہ سمجھو کہ ان کی تفصیل میں :- (۱) متضادہ :- (۲) غیر متضادہ :- پس ہر ایک نام کو اپنی جگہ سے احاطہ تک یہ دس تو متضادہ میں اور صغیر سے استغالات تک کی غیر متضادہ :- اور پھر متضادہ اور غیر متضادہ کا مطلب سمجھائیں اور پھر یہ بتائیں کہ متضادہ میں سے تو ہر حرف میں پانچ صفتیں ضرور پائی جاتی ہیں۔ اس طرح کہ دس متضادہ کے پانچ جوڑے ہیں اور ہر جوڑے کی دو صفات میں سے ہر حرف میں ایک ذیلی صفت ضرور پائی جاتی ہے اور غیر متضادہ حروف میں نہیں پائی جاتی۔ صرف چند حروف میں پائی جاتی ہیں پھر حروف میں صفات معلوم کرنے کا طریقہ اچھی طرح سمجھا دیں اور جن حروف میں اس طریقہ کا اجرا ہو چکا دیں۔ اگر مزید ضرورت محسوس ہو تو کتاب **مُحْكَمُ الْمُتَّحِدِ** سے مائے یں دیں یہ بات تفصیل کے ساتھ درج ہے جب یہ باتان کے فہم میں اچھی طرح آجائے تب ان صفات کے معنی پڑھائیں مگر معنی سمجھانے میں لمبی چوٹی تقریر نہ کر دیں۔ کیونکہ بگڑی کا ذہنی تبدیلی پیش ہو جاتی ہے پس مختصر اور سادہ لفظوں میں سمجھائیں۔ لمبی تقریروں کے لیے لگی کتابوں میں صفحہ ۱۲۵ پر میں تو صفت ہے اور مجموعہ حروف میں جن کی صفت مٹی پائی جاتی ہے جیسا کہ یہاں ہی سُرخ و زردی وغیرہ نوٹ کر دیں اور سیاہ سُرخ اور زرد و مہ چیزیں ہیں جن میں یہ رنگ پائے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ہر مجموعہ و شدت شدیدہ و رخاوت رخوہ و توسط متوسطہ و استغلا استغلیہ و استغلا مستغلا الی آخرہ کے فرق کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے۔ آخر کا مشاہدہ ہے کہ کثرت سے طلبہ صفت اور صورت کے نام

(۳) شدت :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز ان کے خروج میں لمبی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے اور آوازیں ایک قسم کی سختی ہو اور ایسے حرف پڑھیں جن کا مجموعہ یہ ہے اچڑک قطکت

(۴) رخوت :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے خروج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آوازیں ایک قسم کی نرمی ہو۔ اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حرف رخوہ میں ہیں۔ اور متوسطہ کا بیان اچھا آتا ہے۔ اور جس اور ہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل میں اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔ تو متوسطہ۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ اور بینید کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ہو۔ حقیقت التوحید اور ایسے حروف یا نکلے جن کا مجموعہ یہ ہے ہن ہن ہن

فرق میں کر سکتے اس لیے حاشیہ میں ہندی کی چڑی کی گئی ہے ۱۲ حرف محوسہ کی آوازیں کسی قسم کی لمبی اور مجموعہ کی آوازیں کسی قسم کی ہندی ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ دونوں قسموں کے حروف کو یکے بعد دیگرے ادا کر کے کر کے کر کے ہو سکتا ہے بشرطیکہ ادب صحیح ہو۔ چنانچہ اگر تم آٹ کی تار اور آڈ کی ذال میں غور کر لو گے تو آڈ کی آواز کچھ پست اور ذال کی آواز متعادل کچھ بلند معلوم ہوگی ۱۲ صلیہ جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ جن حروف میں جس پائی جاتی ہے ان میں ہر جس پائی جاتی۔ اور ایسے ہی جن حروف میں ہر پائی جاتی ہے ان میں جس نہیں پائی جاتی۔ پھر ان کے مطلب میں خود کو دو قسمیں ان کا مقابل ہونا اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ کیونکہ جس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور ہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ حرف محوسہ کی آوازیں تو کچھ لمبی ہوتی ہے اور اس کے مقابل میں حرف مجموعہ کی آواز کچھ بند ہوتی ہے۔ معنی کو چاہیے کہ صفات متضادہ کے باقی حروف کی دو متقابل صفتوں کے فرق کو بھی اسی طرح سمجھاتے چلے جائیں ۱۲ صلیہ جس میں اور ہر کا اثر اور سانس پر پڑتا ہے کہ جس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور ہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ اور شدت اور رخوت کا اثر آواز پر پڑتا ہے کہ شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اور رخوت کی وجہ سے جاری ہوتی ہے خوب سمجھ لو ۱۲ صلیہ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی کامل صفت نہیں۔ نہ اس کو شدت کہہ سکتے ہیں۔ نہ رخوت اور اسی لیے اس کو گنتی میں شمار بھی نہیں کیا گیا اور صفات متضادہ یکا دہ نہیں بتائی گئیں۔ بلکہ درست بتائی گئی ہیں ۱۲۔

اور اس تو سطر کو ایک صفت نہیں گنا جاتا کہ کیونکہ اس میں کچھ شدت اور کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوتی۔ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے۔ وہ یہ کہ حرف تار اور کاف کو مجموعہ میں سے بھی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ان میں آواز بند ہوجاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں میں ضعیف ہے اور شدید قوی ہے۔ سر شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہوجاتی ہے۔ لیکن کسی قدم میں ہونے سے بند ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ قطعہ اس سانس بھی جاری ہوتا ہے۔ مگر اس سانس کے بخاری ہونے میں احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو۔ کیونکہ اگر آواز جاری کی جاوے گی تو کاف و تار شدیدہ میں گئے بلکہ رخوت ہو جائیں گے اور دوسرے اس میں ہلکی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جاوے گا۔

۳۱۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی کیفیت نہیں جو ان دونوں سے ہلکا ہو بلکہ انہی دونوں کا کچھ اثر اس کے حرفوں میں ہوتا ہے۔ پس یہ نہ شدت کا طبع ہے اور نہ رخوت کا طبع یہی وجہ ہے کہ اس کے حرفوں میں نہ شدت کی طرح آواز پوری بند ہوتی ہے۔ اور نہ رخوت کی طرح پوری جاری ہوتی ہے ۱۲۔ کاف و تار میں آواز کے بند ہونے کے باوجود ان کو حروف مجموعہ میں شمار کرنے سے شبہ ہوتا ہے تو وہ کوئی حقیقی شبہ نہیں بلکہ سطحی اور سرسری شبہ ہے۔ اس لیے کہ حقیقی شبہ تو جب ہو کہ شدت و رخوت میں ضدیت ہو جائے کہ ایک ایسا نہیں۔ کیونکہ ضدیت یا ہمیں و ہر میں ہے اور یا شدت و رخوت میں۔ اس لیے کہ پہلی دو کا تعلق سانس کے ساتھ ہے کہ ہمیں کی وجہ سے تو سانس جاری رہتا ہے اور ہر کی وجہ سے بند ہوجاتا ہے! اور دوسری دو کا تعلق آواز کے ساتھ ہے کہ شدت کی وجہ سے آواز تو بند ہوجاتی ہے اور رخوت کی وجہ سے جاری رہتی ہے۔ البتہ ہمیں و شدت کے جمع ہونے سے بادی انتظہ میں شبہ ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ہمیں اس طرف منتقل ہوجاتا ہے کہ آواز کا بند ہوجانا اور سانس کا جاری رہنا یہ دونوں کیفیتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ نیز یہ کہ شدت قوی ہے اور ہمیں ضعیف۔ سو مصنف نے یہاں اس شبہ کا جواب دیدہ ہے کہ پہلے تو شدت کی قوت کی وجہ سے آواز بند ہوجاتی ہے اور پھر ہمیں کی وجہ سے قطعہ اس سانس جاری ہوتا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ دونوں صفتوں کے ادھونے کا زمانہ ایک نہیں کہ شبہ پیدا ہو بلکہ شدت ایک آن میں آجاتی ہے اور ہمیں دوسری آن میں اس لیے ان کے جمع ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم ۱۳۔ وہ ہمارا جو انسان کے اندر سے جھانکے طبیعت یعنی خود کو درج ہوتی ہے اگر وہ اتنی لطیف ہو کہ سانس کی دھڑکیں سانس کو سانس کہیں اور اگر وہ متوجہ ہونے کی وجہ سے سمجھتا ہو تو اس کو آواز کہتے ہیں پس مطلب مصنف کا یہ ہے کہ کاف و تار میں شدت کی وجہ سے آواز کے بند ہونے کے بعد صرف اس سانس ہی جاری رہنا

(۵) استعلاء :- ادین حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے نالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر حرف ٹٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے **حُ حُحُ حُحُ حُحُ حُحُ حُحُ حُحُ حُحُ**۔
 (۶) استفال :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستفعل کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے نالو کی طرف نہیں اٹھتی جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ہتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفعل ہیں اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل میں۔

(۷) اطباق :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا نیچا اوپر کے نالو سے ملحق ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں : **ص - ض - ط - ظ**۔

(۸) انفصاح :- اور جن حروف میں یہ صفت ہوا ان کو منفقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے نالو سے جدا ہوتا ہے خواہ زبان کی جڑ نالو سے لگ جائے۔ جیسے قاف میں لگ جاتی ہے خواہ نلگے (دھندلے) (مقل مع الشرح)۔

چلے یعنی بہت ہی لطیف قسم کی ہوا اندر بھی کم مقدار میں خارج ہوتی چاہیے ! اور اس ہوا کے ساتھ آواز پڑا نہیں جونی چاہیے۔ کیونکہ اگر آواز بھی پیدا ہو جائے گی تو یہ حروف شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ نوحہ ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ آواز کا جادوی ہوا حروف نوحہ ہی کا خاصہ ہے واللہ اعلم بالصواب کیونکہ یہ صفت لازماً ہے اور لازم ایسی ہی صفت کو کہتے ہیں جو حروف میں ہمیشہ اور ہر حال میں پائی جائے ۱۲ صحت جو طرح استعلاء کی وجہ سے حروف پڑتا ہے۔ اسی طرح اطباق کی وجہ سے بھی پڑتی ہے۔ مگر چونکہ ہر حرف مطبقہ مستعلیہ بھی ہوتا ہے۔ اس لیے حروف مطبقہ مستعلیہ بہ نسبت منفقہ مستعلیہ کے زیادہ پڑ جاتے ہیں ۱۲

۱۳ انفصاح کی وجہ سے بھی استفال کی طرح حروف باریک ہی ادا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ بعض حروف منفقہ مستعلیہ بھی ہیں۔ جیسا کہ فین، فاد، ادوقات۔ اس لیے استعلاء کی وجہ سے ان حروف میں بھی ایک درجہ کی تغیر آ جاتی ہے۔ پس جو حروف مستعلیہ بھی ہیں اور مطبقہ بھی وہ تو خوب پڑ ہوں گے اور جو مستعلیہ ہیں مطبقہ وہ بالکل باریک پڑے جائیں گے۔ اور جو مستعلیہ تو ہیں اور مطبقہ نہیں وہ پڑ تو ہوں گے لیکن مستعلیہ مطبقہ سے کم ۱۲۔

اور طبقہ کے سوا باقی سب حروف منفصل ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطلاق و انقراح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) اذلاق اولہ۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف پھر ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے کہ **لَبَّ** یعنی ان میں جو حرف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب مخرج بمزایں گذرا چا اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں (دُرَّةُ الْعَرَبِ شَرِحُ الدَّبَلَوِی)

(۱۰) اصمات۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جاؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دس صفات کو صفات متضادہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہوگا۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں۔ اور جانتا چکا ہے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بجا ہوا نہیں رہتا۔ بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفاتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آوے گی۔ اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی۔ اور صفات غیر متضادہ یہ ہیں :

(۱۱) صغیرہ۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو صغیرہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سی کی نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں :-

اولہ اذلاق اور اصمات کے متعلق جو کچھ قرآن کتاب میں لکھا ہے فی الحال اکی کو یاد کر لینا کافی ہے اور ان سے متعلق بحث الگ کتابوں میں آجائے گی ۱۲

۱۳ حاشیہ ۱۔ کے ضمن میں ہم متعلمین کو یہ مشورہ دے چکے ہیں کہ صفات لازمہ کے معنی سمجھنے سے پہلے طلبہ کو ان صفات کی لفظی بحث اچھی طرح سمجھا دیں۔ پس اسی بحث کو مؤلف نے یہاں نہایت ہی مختصر انداز میں بیان فرمایا ہے ۱۴ صغیرہ کا مطلب تو قرآن میں بیان ہو ہی چکا ہے۔ یہ صفت ان حرفوں میں ایسی ظاہر اور مشہور ہے کہ اگر بہادانہ ہو تو حرف ایسے ناقص و اچھٹے ہیں کہ علونجیدہ سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس نقصان کو محسوس کر لیتا ہے ۱۵

ص - ز - س -

(۱۲) قفلہ :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف قفلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ان کے ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُہ جَدِّ ہے۔

(۱۳) دُکین :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو حروف دُکین کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر توجہ نہ کر سکے۔ ایسے حروف دُکین ہیں۔ واؤ ساکن اور یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر فتح یعنی زبر ہو جیسے خَوْفٌ وَالْحَقِیْقُفُ۔

(۱۴) انحراف :- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو منحرف کہتے ہیں۔ اور وہ دو حروف ہیں۔ لام اور آد۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبر کے کنارہ کی طرف اور آد میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے منحنی کی طرف میلان

۱۵ حروف قفلہ جب سکون کی حالت میں ادا ہوتے ہیں تو دوسرے حروف کی طرح ان کی آوازیں جھواؤ اور قرار نہیں ہوتا بلکہ ایک قسم کا اضطراب سا ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان حروف کے ادا ہوتے وقت ایک عضو دوسرے عضو سے ملتا ہے تو ٹٹنے کے بعد پھر دوبارہ ہو جاتا ہے تو اس جگہ ہر نئے کی وجہ سے سکون کی حالت میں بھی حرکت کی یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے پس اہل فن کی اسی کیفیت کو قفلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور دُکین کے جو یہ فرمایا ہے کہ ان کے ادا ہوتے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے تو اس حرکت سے مراد بھی وہ اعضاؤں کا آپس میں ٹٹنے کے بعد جدا ہو جانا ہی۔ جسے اور چونکہ اس کیفیت کا احساس سکون ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لیے مصنفؒ نے حالت سکون کا ذکر خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے ورنہ مگر معلوم ہی ہے کہ قفلہ صفات لازم میں سے ہے اور یہ بھی ملحوظ ہے کہ حروف قفلہ کے سبب جہورہ شدیدہ میں اس بے قفلہ کی آواز قوی اور بلند ہونی چاہیے ۱۶ ظاہر ہے کہ ان حروف میں تاجب ہی کیا جا سکتا ہے کہ ان کو نہایت نرم ادا کیا جائے ورنہ کشش کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ مثلاً کہ یہ کہ اگر ادا کر کے کچھ ایوں ۱۷ پس اگر واؤ ساکن اور یاء ساکن سے پہلے فتح نہ ہو یا یہ دونوں سرے سے ساکن ہی نہ ہوں تو ان دونوں صورتوں میں ان کے اندر صفت دُکین نہ ہوگی۔ اس لیے کہ صفت دُکین حروف دُکین ہی میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ دونوں حروف دُکین ہی وقت نکالتے ہیں جب ساکن ہوں اور تاجب منقطع ہو۔ اور اس سے وہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جب دُکین صفت لازم میں سے ہے تو پھر یہ ان میں صرف اس ایک حالت میں کیوں پائی

پایا جائے (دودۃ المفرید)
 (۱۵) منکر بہرہ اور یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جو نکر اس کے
 ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک عشرہ یعنی لڑزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں نکر کی نشا
 ہو جاتی ہے۔ امدیہ مطلب نہیں کہ اس میں نکر اظہر کیا جائے بلکہ اس سے بچنا چاہیے۔ اگر اس میں تشبیہ
 بھی ہو کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے کئی حرف تو نہیں ہیں (دودۃ المفرید مخصراً)

جاتی ہے۔ نقد بر ۱۲ ۱۱۔ یہ صفت بہت ہی غیر واضح سی ہے۔ اس وقت تو میں کی حمایت ہی یاد کرو اس کی مزید
 تحقیق اگلی کتابوں میں انشاء اللہ آجائے گی ۱۲ ۱۱۔ اور اس کو نکر ابھی کہتے ہیں۔ پھر یہ بچنا چاہیے کہ نکر اذہر
 کا ہے اور نکر حقیقی کا مشابہت نکر اذہر حقیقی کا مطلب تو یہ ہے کہ بجائے ایک لڑ کے دو لڑا امدیہ بجائے دو
 کے چار لڑا امدیہ۔ اور مشابہت نکر ابیہ ہے کہ راء تو ایک ہی ہو لیکن اس کو اس طرح نرم ادا کیا جائے کہ یوں محسوس
 ہو کہ حرف گویا دوہرا ادا ہو رہا ہے۔ پھر یہ سمجھ کر راء کے اندر جو صفات داہنی چاہیے اور اس کے لیے لازم ہے وہ
 مشابہت نکر کی صفت ہے اور نکر حقیقی صفت احترازی ہے یعنی اس سے بچنا چاہیے چنانچہ تو میں میں پے تو نکر کو
 صفات لازمہ کے سلسلے میں بیان کیا ہے اور راء کے لیے اس کو لازم فرمایا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ۱۵۱ تکریر اور
 یہ صفت راء میں پائی جاتی ہے، اور پھر اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (چونکہ اس کے ادا کرنے کے
 زبان میں ایک عشرہ یعنی لڑزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں نکر کی مشابہت ہو جاتی ہے پھر اس کا مطلب
 یہی ہوا کہ نکر امدیہ پایا جاتا ہے اس سے مراد مشابہت نکر ہے اور پھر فرماتے ہیں راء مدیہ مطلب نہیں کہ اس میں نکر
 اظہر کیا جائے بلکہ اس سے بچنا چاہیے، تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ نکر ابیہ سے بچنے کی ہدایت فرمائیے میں مشابہت نکر
 نہیں بلکہ نکر حقیقی ہے کیونکہ مشابہت نکر ادا کو اوپر غور تسلیم فرما چکے ہیں۔ وانشاء اللہ ۱۲ ۱۱۔ اور اس صفت کی وجہ
 سے راء کو لڑزہ کہتے ہیں جیسا کہ اس کی وجہ سے محسوس اور ہر کی وجہ سے ہمزہ وغیرہ وغیرہ ۱۱۵ اس لڑزہ سے شقیق
 لڑزہ مراد نہیں کیونکہ اس سے تو حقیقی نکر ادا پیدا ہوتا ہے بلکہ اس لڑزہ سے مراد یہ ہے کہ سرانجام تا لو کے ساتھ اس
 قوت اندختی کے ساتھ نہیں چلتا۔ جس قوت اندختی کے ساتھ طار وغیرہ کے ادا ہونے وقت چلتا ہے اور جس کی وجہ
 سے آواز خارج میں بند ہو کر رہ جاتی ہے یہی حقیقی لڑزہ سے بھی اور سربازان کو تالو کے ساتھ چلتے میں مبالغہ کرنے
 سے بھی دونوں ہی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے ۱۲ ۱۱۔ کیونکہ حالت تشدید میں زبان میں لڑزہ پیدا ہو کر حقیقی نکر
 کے پیدا ہونے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے مصنف رحمہ نے اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے ۱۲ ۱۱۔ اور
 اس صفت کی وجہ سے خمیں کو مستغنی یا حرف تغنی کہتے ہیں ۱۲۔

(۱۶) نفسی ہے۔ اور یہ صفت صرف فہم کی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی ادائیگی آواز
منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (دفعۃ الفریہ)

(۱۷) انتظامی ہے۔ اور یہ صفت صرف ضاد کی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا
میں شروع حروف سے آخر حروف تک یعنی حافظ زبان کے شروع سے حافظ زبان کے آخر تک آواز
کو امتداد دیتا ہے یعنی اس کا حروف جتنا طویل ہے پورے حروف میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی
طویل ہو جاتی ہے (جہاں نقل مضاعف) فائدہ یہ کہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہ سات صفت جو اخیر کی ہیں جن
حروف میں یہ صفات نہ ہوں۔ ان میں ان کی ضد ضرور ہوگی مثلاً ض میں انتظامی ہے تو باقی سب
حروف میں عدم انتظامی ہوگی۔ تو یہ دونوں ضریں کو بھی سب کو شامل ہو گئیں۔ پھر صفات متضادہ
وغیر متضادہ میں کیا فرق ہو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توضیح ہے مگر صفات متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ
ذکر نہ کیا گیا تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی ضاد حق آنا تھا اور جو مکہ یہاں

لئے گھٹیں کے اوپر کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ زبان کی نوک اوپر کو اٹھنے نہ پائے ورنہ شیبہ پڑے
جائے گا اور یہ غلط ہے ۱۲ ص ۱۷۱ اس صفت کی وجہ سے ضاد کو حرف مستطیل کہتے ہیں ۱۲ ص ۱۷۱ اگر اس مضمون کو
یوں دیکھا جائے کہ نا جذ میں حافظ زبان سے شروع ہو کر ضاد تک حافظ زبان تک تو یہ تعبیر زیادہ مناسب ہے کیونکہ
اس میں حروف کے دونوں جز آجاتے ہیں ۱۲ ص ۱۷۱ یعنی ورازی اور مطلب اس ورازی کا یہ ہے کہ ضاد کا حروف جو کوئی تمام حروف
میں اصول دنیا دہ لیا ہے اس لیے اس کی آوازیں بھی ورازی پائی جاتی ہے اور ظاد کی آواز کی طرح قصیر نہیں ہوتی
اور انتظامی ہی ایک ایسی صفت ہے جو ضاد کا مدعا جس میں ہے ورنہ باقی تمام صفات میں یہ دونوں شریک ہیں۔
اس لیے دونوں کی آوازیں بھی بہت صحت کا ہم مشابہ ہوتی ہیں ۱۲ ص ۱۷۱ مطلب مؤلف کا یہ ہے کہ اگر یہ تعبیر
گزنے کے جس طرح صفات متضادہ کا ہر جز سب حروف کو شامل ہوتا ہے اسی طرح کہ ہر حرف میں اس کی وضاحتوں میں
سے ایک نہ یک ضرور پائی جاتی ہے اسی طرح انتظامی اور عدم انتظامی یہ دونوں مل کر بھی ایک جز ہر جز کا ہے
اور متضادہ کی صحت بھی تمام حروف کو شامل ہو جاتی ہیں کہ اگر ایک حرف میں انتظامی ہے تو باقی اٹھائیس حروف
میں عدم انتظامی تو اب متضادہ اور غیر متضادہ میں کوئی فرق نہ پڑا تو پھر اصطلاح کیوں بدل گئی کہ میں وجہ وغیرہ کو تو
متضادہ کہا گیا ہے اور انتظامی وغیرہ کو غیر متضادہ ۱۲ ص ۱۷۱ یعنی یہ بات کہ انتظامی و عدم انتظامی یا تقلید
اور عدم تقلید وغیرہ مل کر ایک جز ہر جز کا ہے اور سب کو شامل ہی ہو جاتا ہے ۱۲ ص ۱۷۱ جیسا کہ میں نے کیا نام ہر جز اور
اذ لائق کے مکانات صحت ہے وغیرہ ۱۲ ص ۱۷۱ مثلاً فلاں حرف محسوس ہے اور فلاں فلاں محسوس ہے فلاں فلاں

خدا کا نام نہیں اس لیے اس قسم کے صاف کرنے کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ ۱۷۔ بعض محاسن و صفاتِ حروف کے دیکھ کر اپنی اول کے جمع ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے اس میں ماہر مشائخ اُستاد کی ضرورت ہے۔ البتہ جب تک ایسا استاد قیصر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے گناہوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔ فائدہ ۱۸۔ اس قسم کے شروع میں صفت لازمہ اندکی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ ہے اور یہ حرف نہ ہونے کی طرح ہے۔ ایک یہ کہ دو حروف ہوجائے۔ ایک یہ کہ بے تو کوئی گھر اس میں کچھ کی اور نقصان آجائے۔ ایک یہ کہ وہ کوئی حرفی حرف نہ ہے۔ کوئی حرف مختصر ہوجائے اور یہی حال ہے صمغ خا درجہ ششے نکالنے کا کہ کبھی دوسرا حرف ہوجاتا ہے کبھی اس حرف میں کچھ کی ہوجاتی ہے کبھی بالکل ہی حرف مختصر بن جاتا ہے چونکہ ایسی غلطی

مستقبلہ ۱۔ اول فلان مستفاد ۱۲۵۹ یعنی یہ کہ سناتے مستفاد میں تو دونوں ضدوں کا نام واقعہ ہوتا ہے

لیکن غیر مستفاد میں کسی متقابل صفت کا نام نہیں ہوتا چنانچہ شدت کے متبادل میں ضدات کا نام تو ہے لیکن غلطی کے متبادل میں کی صفت کا نام نہیں جس کو ہم غلطی کی ضد کہہ سکیں خوب بچھوڑو ۱۲۵۸ اس فائدہ کے ضمن میں مصنف نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ جو بدست کتابت ہی کے پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوجاتی بلکہ یہی استادہ کی زبان سے نکلنے

اور پھر اس کے موافق ادا کرنے کی مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ ہاں جب تک استاد قیصر نہ آئے اس وقت تک کتابوں

ہی سے استفادہ کرنا ہے تاکہ اگر غلطی نہیں تو کم از کم علم سے تو محروم نہ ہے ۱۲۵۸ مثلاً سادیں استقلال اور اعلیٰ

ادانہ کی جائیں تو وہ میں ہوجائے گا جیسا کہ بعضی کے بدلے سلی۔ اور یہی حال علل اور ظار کا بھی ہے کہ ان صفتوں کے

ان میں ادا نہ کرنے سے طار، تا، اور ظار، ز، آل ہوجاتا ہے ۱۲۵۸ مثلاً اگر قات اور مین وغیرہ صفت استقلال ادا نہ

کی جائے تو یہ حروف باریک ہو کر نہایت ناقص ادا ہوں گے ۱۲۵۹ مختصر سے مراد غیر عربی حروف ہیں جس کو

جیم اودبا۔ عربی کا فارسی کی (دج ادب) کے ساتھ تھا بلکہ کہ سمجھایا جاسکتا ہے چنانچہ ربکے جیسی مثالوں

میں آخر کا مشاہدہ ہے کہ بعض اس کی باریں دپ، کی آمیزش کرتے ہیں و اشرا علم ۱۲۵۸ ظاہر ہے کہ جب صفات کی

رعایت نہ رکھنے سے حرف کی ادائیں اتنی بھاری غلطی ہوجاتی ہے تو صمغ خا درجہ ششے نکالنے کی صورت میں تو اس کا امکان

ادبی زیادہ ہے ۱۲۵۸ مثلاً قات کو اگر زبان کی جڑ کے شروع سے نکالنے کی بجائے فرانیچے سے نکالا جائے تو

ظاہر ہے کہ باریے قات کے کاف ادا ہوگا ۱۲۵۸ مثلاً ضد کی ادائیگی میں صاف کو اگر بولے یا غدا کو اٹھوں کے چار

یا تین اٹھوں سے لکھا جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے حرف میں غرض کے لحاظ سے کما ہوجائے گی ۱۲۵۸ حرف کس

طرح مختصر ہوجاتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کے لیے ان تمام حرفوں کو مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے جی میں صفت یا

سے بعض لغتہ نماز جاتی رہتی ہے۔ اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح زیر زیر یا گٹھا و برٹھاؤ کی غلطیوں کا بھی یہی حکم ہے جس کی مثالیں دوسرے لمعیں مذکور ہیں ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ: حروف کے مخارج اور صفات لازم میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں فن تجوید کا اصلی مقصود اشی غلطیوں سے بچنا ہے۔ اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مفصل کیا گیا ہے۔ اب آگے جو صفات مہسن کے متعلق قاعدے آدیں گے۔ وہ اس مقصود کو دوسرے درجہ پر ہیں لیکن عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوش نما ہو جاتا ہے اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج و صفات لازم کو غرض کوئی دخل نہیں۔

اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

مخرج کا لغتہ دیکھنے سے حرف ثعبی ہو جاتا ہے۔ باجم اور کاف میں غلطی اکثر ہے کیونکہ جس طرح باء میں (پ) کا اور جیم میں (دج) کا اثر آتا ہے اسی طرح قاف میں کاف کا اثر آتا ہے جیسا کہ مشابہہ شاہ ہے ۱۲ھ یعنی جو حرف کو صحیح مخرج سے نہ نکالے یا اس کی صفات لازم و اضافہ نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس کی اوپر بحث سی مثالیں اس سے پہلے کے مسلسل کی حواشی میں گاندہ کی ہیں ۱۳ھ یعنی فقیہ سے کیونکہ غنائے ٹوٹے اور نہ ٹوٹے کے مسائل کتب فقہی میں مذکور ہوتے ہیں ۱۴ھ یعنی ان غلطیوں سے بعض لغتہ نماز ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہی غرض علی میں داخل ہے جیسا کہ دوسرے لمعیں گذر چکا ہے ۱۵ھ اس لیے کہ یہاں غلطیاں ہیں کیونکہ ان سے لفظ (مغنی) دونوں وزن کم از کم لفظ تو ضروری متاثر ہو جاتا ہے جن کی صورتیں اور مثالیں دوسرے لمعیں بیان ہو چکی ہیں ۱۶ھ یعنی ان سب قاعدوں سے جن کا تعلق حروف کی اداس ہے۔ وہ نہ تجوید کی تعریف، لحن کی صورت، اور ادو اسم شہ پر سے کام لیتے، بیچری تو مخارج اور صفات کو دوسرے سب قاعدوں پر جو مقدم کیا ہے تو اس کی وجہ یہ کہ ان چیزوں کی تیس کی باورداشت لحن علی سے بچا جاسکتا ہے اور لحن علی سے بچنا تجوید کا مقصد عظیم ہے ۱۷ھ کیونکہ ان کی رعایت نہ رکھنے سے لحن علی لازم نہیں آتی صرف لحن خفی لازم آتی ہے ۱۸ھ صفات عارضہ سے نغمہ اس لیے خوش نما ہو جاتا ہے کہ ان میں بعض صفات مثلاً غنہ اور ملاہی ہیں جن کی وجہ سے آواز میں ترمیم پیدا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے بخلاف صفات لازم کے کہ وہ چونکہ حروف کی ذات کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ان میں یہ گنجائش نہیں ہوتی۔ اور مخارج کا نغمہ میں دخل نہ ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن اس گنجائش سے ناط فائدہ اٹھا کر نرم

خامدہ ۵: جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی یاد دہانی ہے کہ کھڑکے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماندگی نہ کرنا۔ جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نمازی نہ پڑھے۔ محقق عاملوں نے عام سالوں کے گناہ گار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

میں ایسا ماننا کہ ناجس سے غزوں کی مقدار میں توازن قائم نہ ہو سکے یعونہ کہ کماؤا میں جھکے گئے سے بہتر پیدا ہو جائیں۔ یہ سب باتیں میسوب اور غلط ہیں ۱۲ ۵۵ مصنف چونکہ صرف قاری اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن میں بھی اشرقتا لائے آپ کو کمال بخشا تھا۔ اس لیے وہ طلبہ تجوید کو مجب اور خود پسندی جیسی ہلک بھاری سے بچنے کی ہدایت فرما رہے ہیں اور حکم دے رہے ہیں کہ نماز کے فساد و عدم فساد کا مسئلہ معلوم کرنے کے لیے محکمہ سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ محقق محکمہ جب کوئی قرآنی اصول دیکھ کر تے میں تو عوم نہ رہی کا لحاظ رکھ کر صا و کبکے تے ہیں ۱۲ ۵۵ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ ہاں اگر امام قرأت میں فاش غلطیاں کرتا ہے اور مقتدی ماہر تجوید و ادب ایک مشاق قاری ہے تو ایسے مقتدی کی نماز پر صحت کا حکم لگانا واقعی مشکل ہے کیونکہ رکوع۔ سجود اور قیام وغیرہ کی طرح قرأت بھی نماز کا ایک رکن ہے۔ ایسی صورت میں غلطی سے مطلع کر کے کسی مفتی اور فقیہ سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم و علما تم ۱۲ ۵۵ کیونکہ اگر فقہ اور حدیث پر نظر نہیں ہے اور محض قاری ہی ہے تو خود اندازہ اسی غلطی پر فساد نماز کا حکم لگائے گا۔ اور اگر فقہ اور حدیث پر نظر ہے لیکن قرأت نہیں جانتا تو بڑی بڑی غلطیوں کو بھی غلطی نہیں سمجھے گا۔ اور قرآن مجید کے کھلا غلط پڑھ جانے پر بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگائے گا۔ اس لیے فرمایا کہ:

اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا محکمہ کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ

ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں)۔ اور یہ بہت عمدہ فیصلہ ہے۔ (مشترکہ ۱۲)

۵۸ یعنی دہل بھاری اور ہرکی دونوں قسم کی غلطیوں کی الگ الگ تعریف اور حقیقت بیان کی گئی ہے اور ہر ایک کی مثالیں اور اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے ۱۲۔

چھالمعہ - صفات محسنہ محلیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف اٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں: ا، ب، پ، م، ساکن و مشدود۔ ان ساکن و مشدود دونوں ساکن میں نہیں بھی داخل ہوتے۔ کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے باد پر اگر دوز پر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے بن۔ پڑھو الف جس سے پہلے ہمیشہ زب ہی ہوتا ہے۔ ب ساکن جبکہ اس سے پہلے پیش یا زب ہو۔ ج ساکن جبکہ اس سے پہلے

حرف لامعہ ششم ۱۰ محسنہ اور محلیہ دونوں صفات عارضہ کے نام ہیں۔ پانچویں ملوک کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے کہ صفات کی دو قسمیں ہیں: دائمہ صفات لازمہ (ملا) صفات عارضہ۔ اور وہیں یہی معلوم ہو چکا ہے کہ لازمہ کو ذاتیہ۔ مجزیہ۔ مقومہ اور عارضہ کو محسنہ۔ محلیہ اور مزینہ بھی کہتے ہیں۔ پس پانچویں میں تو مصنف نے صفات لازمہ بیان فرمائی ہیں اور اب اس چھٹے محلیہ صفات عارضہ کا بیان شروع فرما رہے ہیں ۱۲ ملوکہ غور ہے کہ مصنف نے اس لمعہ میں صفات عارضہ بیان نہیں فرمائی بلکہ ان کے متعلق صرف ایک غور ہر تہید بیان فرمائی ہے جس میں ان کو عارضہ کہنے کی وجہ اویہ کہ یہ صفات کتنے اور کون کون سے حروف میں اور ان حروف کی کن کن حالتوں میں پائی جاتی ہیں اس قسم کی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ وہیں خود صفات عارضہ اور ان کی چودہ تفصیل سورہ مجزیہ آئندہ ست سے بارہ ملک کے چھ لمعوں میں آ رہی ہیں ۱۲ ملوکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفات لازمہ مقام حروف میں پائی جاتی ہیں اور کوئی حرف ان سے خالی نہیں ہوتا اس طرح صفات عارضہ کا حال نہیں بلکہ یہ صرف بعض حروف میں پائی جاتی ہیں ۱۲ ملوکہ اسی سے ان صفات کے عارضہ ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ صفات عارضہ ایسی ہی صفات ہیں جو صرف کی سب حالتوں میں نہ ہوں۔ بلکہ بعض میں ہوں اور بعض میں نہ ہوں۔ اور یہاں مختلف کے معنی بعض ہی کے ہیں ۱۲ ملوکہ میم اور نون کے ساتھ ساکن اور مشدود کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ متحرک غیر مشدود نکل جائے۔ کیونکہ نون اور میم اگر متحرک غیر مشدود ہوں جیسے کھنکھ اور مومو مینین وغیرہ۔ تو اس حالت میں ان میں یہ صفات نہیں پائی جاتی اور یہی صفات عارضہ کے ایک حالت میں ہوں اور دوسری حالت میں نہ ہوں ۱۲ ملوکہ پس اگرچہ نون ساکن اور نون میں یہ فرق ہے کہ پہلا لکھنے میں بھی آتا ہے اور پڑھنے میں بھی۔ اور نون پڑھنے ہی میں آتا ہے لکھنے میں نہیں آتا۔ لیکن چونکہ علم تجوید میں نقطہ ہی سے بحث ہوتی ہے۔ اس لیے تنگد کا اعتبار کرتے ہوئے فلوں پر ایک ہی قسم کے احکام جاری

زیر یا زبر مو۔ دیکھو لمعہ مخرج ۱۔ ۶۱ اور ہمزہ کی حقیقت مخرج اول میں بیان کی گئی ہے۔ پھر دیکھ لو۔ اور ان حرفوں میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں۔ ان میں بعض صفات تو خود اُستاد کے پڑھانے ہی سے آ جا رہی جاتی ہیں۔ ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً الف اور واو اور یا اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا۔ صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ خود ارادہ کرنا پڑتا ہے جیسے پُر پڑھنا اور یا ایک پڑھنا اور غنہ کرنا، یا نہ کرنا اور مقلد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان اٹھ حرفوں کے قاعدے الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔

کیے گئے ہیں ۱۲۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ حرف مدہ یا میں ہوں ہیں تو اور یا کے متحرک ہونے کی صورت میں ان میں صفت عارضہ نہیں پائی جاتی ۱۳۔ یعنی یہ کہ ہمزہ متحرک ہو یا ساکن ہمیشہ جھٹکا کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ جیسا کہ مخرج ۱ کے ذیل میں اَلْحَمْدُ اور یَا سُبْحٰنَ کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے ۱۴۔ یعنی صفات عارضہ عملیہ ۱۲۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صفات عارضہ و طرح کی ہیں۔ ایک وہ جن کے سمجھانے کے لیے اُستاد کو کوئی قاعدہ بیان نہیں کرنا پڑتا۔ پس اُستاد چڑھ کر بتلا دیتا ہے اور شاگرد اس کی پیروی میں اسی طرح ادا کرتا ہے اور اس کو یاد کر لیتا ہے۔ اور دوسری قسم کی صفات وہ ہیں جن کے سمجھانے کے لیے اُستاد کو کوفت بیان کرنا پڑتا ہے اور قاعدہ معلوم ہوئے بغیر ان کے موافق عمل نہیں ہو سکتا پس سالہ ہذا میں صرف دوسری قسم کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ یہ وضاحت ہم نے تن کے الفاظ کو سامنے رکھ کر کی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں طرح کی صفات سمجھانے کے لیے قاعدے بیان کرنے ہی پڑتے ہیں۔ چنانچہ حروف مدہ اور ہمزہ کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا یا ہمزہ کو کہیں تسہیل سے پڑھنا اور کہیں حرف مدہ سے بدل لینا وغیرہ وغیرہ یہ تمام قاعدے فن کی دوسری کتابوں میں باقاعدہ طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے سمجھنے کے لیے ہمزہ کے اقسام اور اس کے احکام وغیرہ کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا عمل صرف ان کی کتاب میں اور یہ مولانا نے ہر خاص و عام کے لیے تالیف فرمایا ہے۔ اس لیے اس قسم کی صفات رسالہ ہذا میں بیان نہیں کیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ یہ صفات اُستاد کے پڑھانے سے ہی آ جا رہی ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جہاں ان حرفوں کا حذف یا ثبات ہے وہاں عام طور پر حقاظ کو یاد بھی قاعدہ کے موافق ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے برخلاف تفہیم و ترقیق مدہ اور غنہ وغیرہ یہ صفات ایسی ہیں جن کے ادا کرنے کے لیے ارادہ کرنا پڑتا ہے اور پہلے سے ان کے موافق یا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ان کے سمجھنے کے لیے عربی پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑتی ۱۲۔ ثابت رہنے کی مثالیں یہ ہیں قَلْبًا اَلْمَعْنٰی۔ فِی اَنْفُسِهِمْ۔ قَالُوا اَمَّا۔ اور عزت کی مثالیں یہ ہیں: تَحْرِهَا لَا تَهْمِلُوْا فِی الْاَسْمَاءِ وَ قَالُوا

ساتواں لمعہ۔ لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام پہااس سے پہلے گزرتا ہے والا یا پیش والا حرف ہوتا اس لام کو پڑھ کر کے پڑھیں گے جیسے اَللّٰہُ اَدّٰہُ اَللّٰہُ۔ سَرَفَعَهُ اللّٰہُ اور اس پڑھ کر کے کو نفخیم کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زبر والا حرف ہوتا اس لام کو بائیں پڑھیں گے جیسے بِسْمِ اللّٰہِ اور اس بائیں پڑھنے کو تزمین کہتے ہیں۔ اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام میں سب بائیں پڑھے جاویں گے۔ جیسے مَا وَلَّیْہُمْ اَمْرًا۔

تنبیہ :- اَللّٰہُ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللہ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی ہی لفظ اللہ ہے۔

الحکمۃ پس غور کرو کہ پہلی عربی توالف میں واو، یاء اور ہمزہ پڑھے جاتے ہیں اور دوسری عربی میں نہیں پڑھے جاتے۔ ان میں یہ فرق کیوں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے۔ بس اسی فرق کا سمجھنا عربی جاننے پر موقوف ہے اور اسی سے مولانا نے ان قواعد کی نظر انداز فرمادیا ہے۔ اللہ اسلم وقلہ اتم ۱۲۔ مجموعہ ان آٹھ حروف کا جن کے قاعدے آئندہ پچھ لکھوں میں بیان ہونے والے ہیں اَوَّلُ مَدَّیْنِ ہے اور ان کے قاعدے یہ ہیں نفخیم۔ ترقیق۔ ادغام۔ انقلاب۔ خط غتہ۔ تدوین۔ اور صفات عارضہ بھی انہیں کو کہتے ہیں۔ اور ادغام و اخفاء کے ساتھ اظہار کا اور مد کے ساتھ قصر کا اور تسیل کے ساتھ تحقیق کا ذکر بھی آئے گا ۱۲۔ اس طرح کوائف۔ واو اور یاء ان فیصل حروف کے قاعدے تو ایک ہی لمعہ میں بیان کیے گئے ہیں اور باقی پانچ حروف میں لام۔ دال۔ نوں۔ تیم اور ہمزہ میں سے ہر ایک ایک ایک لمعہ میں حواشی لمعہ ہفتم ۱۔ جیسا کہ ابھی اوپر چھ لکھیں معلوم ہو چکا ہے کہ جن آٹھ حروف میں صفات عارضہ پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک لام بھی ہے اور چونکہ لام کا بیان سب مختصر تھا اس لیے مصنف نے سب سے پہلے اسی قاعدہ کا

بیان فرمایا ہے ۱۲۔ یعنی منہ بھر کے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو اندر سے اُوپر کے تالو کی طرف بلند کر لیا جائے اور بن نفخیم ہر تون کو کوئی دخل نہیں ہوتا ۱۳۔ یعنی منہ بھرے بن جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زبان کو اُوپر کے تالو کی طرف بلند نہیں کرتے ۱۴۔ پس یہ وُتّی فعل ماضی اور ہُتّی ضمیر منصوب منفصل سے مراد ہے بعض لوگ نادانی سے اس کو بھی دَالِیْمُ کی طرح پڑھ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں کلموں میں بھی بہت بڑا فرق ہے جس سے ان کا دو الگ الگ لفظ ہونا باسانی سمجھ میں آسکتا ہے ۱۵۔ پس لفظ اللہ اور اللہ کے ایک ہی حکم ہے جو کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور اللہ کی مثالیں یہ ہیں مَزِیْرَ اللّٰہِ اور قَالُوا اللّٰہُ اور قُلِ اللّٰہُ پس پہلی و مثالوں میں تو لام پڑھو گا اور تیسری میں بائیں ۱۲

آٹھواں لمحہ۔ سرائے کے قاعدوں میں

قاعدہ ۱۱۔ اگر مادہ پر زبر یا پیش ہو تو اس مادہ کو تغیم سے یعنی پُر پڑھیں گے جیسے دَبَّكَ
مُتَبَا اوداگر مادہ پر زیر ہو تو اس کو ترقی سے یعنی با یک پڑھیں گے جیسے دَرَسَ جَالٌ، تنبیه
رآمد مشد بھی ایک نام ہے۔ پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا با یک پڑھیں گے جیسے
دِسْتِ اَکی رآمد کو پُر پڑھیں گے اودا دِقْحَ اَکی رآمد کو با یک اودا اس کو اٹھ گے قاعدہ (۲) میں داخل
نہیں گے جیسے بعض ناواقف اس کو دَوَّاد سمجھتے ہیں پہلی ساکن اوردوسری تحرک یہ غلطی ہے۔
قاعدہ ۱۲۔ اگر رآمد ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے اگر
زبر یا پیش ہو تو اس مادہ کو پُر پڑھیں گے جیسے دَبَّوْ - مِوَنَ مَحْمُود اوداگزیر ہے تو اس رآمد کو
با یک پڑھیں گے جیسے اَنَدُ دَهْرَ لَکِن ایشی رآمد کے با یک ہونے کی تین شرطیں ہیں، ایک شرط یہ
ہے کہ یہ کمرہ اصلی ہو ورنہ اگر عارضی ہوگا۔ تو پھر رآمد با یک نہ ہوگی جیسے اَرْمَ جُشُوْ

حواشی لمحہ ہشتم | ۱۔ لام اودا راد ان دونوں حرفوں کے قاعدے چونکہ ایک ہی طرح کے ہیں
کہ دونوں بعض حالتوں میں پُر پڑھے جاتے ہیں اور بعض حالتوں میں با یک۔ اس لیے مصنف لام کے بعد اب راد
کے قاعدے بیان فرما رہے ہیں مگر مادہ کا بیان چونکہ کافی بلند ہے اودا اس کے قاعدے بھی زیادہ ہیں۔ اس لیے اگر ان قاعدوں
کو پڑھتے وقت اگر دو باتیں ذہن میں رکھی جائیں تو اُمید ہے کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ ایک بات تو یہ راد اگر تحرک ہو
تو اس کو خود اپنی حرکت کے لحاظ سے۔ اودا اگر ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کی حرکت کے لحاظ سے پُر یا با یک
پڑھتے ہیں۔ اودا دوسری بات یہ کہ راد پیش اور زبر کی وجہ سے پُر پڑھی جاتی ہے اور زبر کی وجہ سے با یک پس یہ دونوں
باتیں ذہن میں رہنی چاہئیں۔ تاکہ اندہ بیان نہ آنے والے قاعدے آسانی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے چلے جائیں ۱۲
۱۔ مطلب یہ ہے کہ رآمد مشد و دَوَّو و حرف کچھ کراں طرح کہ پہلے حصہ کو ساکن اوردوسرے کو متحرک۔ پھر ساکن کو
تو حرف ماقبل کے تابع رکھ کر اودا متحرک کو خود اس کی حرکت کے لحاظ سے پُر یا با یک نہیں پڑھنا چاہیے۔ بلکہ
اس کو ایک ہی حرف کچھ کہ خود اس کی حرکت کے لحاظ سے اس پر تغیم یا ترقی کا حکم جاری کرنا چاہیے ۱۲
کیونکہ اٹھ گے قاعدہ میں یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ راد ساکن کو پُر یا با یک پڑھنے کے لیے حرف ماقبل کی حرکت کا
لحاظ رکھنا چاہئے۔ لہذا رآمد مشد کھنڈ قاعدہ کو اس قاعدہ میں داخل نہیں لکھنا چاہیے۔ بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو
قاعدہ طین بیان ہو چکا ہے ۱۲۔ یعنی راد ساکن ماقبل کو دَوَّو میں آتا ہے

دیکھو رادساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے۔ مگر چونکہ یہ زیر عارضی ہے اس لیے اس راد کو پُر پڑھیں گے لیکن بدول عربی پڑھے ہوئے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرو یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی دان سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرو اوپر راد و نون ایک کلمہ میں ہوں۔ اگر دو کلمہ میں ہوں گے تو بھی راد با یک نہ ہوگی جیسے دسمیت ارجعوت اھرا تا اھرا تا اھرا اھرا اھرا اور اس شرط کا پہچانا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے۔ کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس راد کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستقلہ میں سے کوئی حرف نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر راد کو پُر پڑھیں گے۔ اسیسے حروف سات میں جن کا بیان پانچویں لکھنے کے نمبر ۵ میں آچکا ہے۔ جیسے قن حائین۔ رائ صا آ۔ خن قح۔ لب اللیم صا۔

ایک وہ جو ہمزہ وصلی پر منقلب ہے اور دوسرا وہ جہاں اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلے ساکن منقلب ہوتا ہے۔ اور ان کے ماسوا پر زیر اصلی ہے۔ دونوں قسم کے عارضی کسرو کی مثالیں آگے تھیں آری ہیں ۱۲۔ چونکہ یہ ہمزہ وصلی پر ہے اور ہمزہ وصلی عارضی ہوتا ہے اس لیے کہ ابتدائی حالت میں ثابت رہتا ہے اور وصل کی حالت میں گرجا تا ہے پس جب بعض ہی عارضی ہمزہ تو اس کی حرکت بدو جوائی عارضی ہوگی ۱۳۔ مثلاً علم ۱۲۔ کیونکہ عربی پڑھے بغیر نہ تو ہمزہ وصلی کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ ہی اجتماع ساکنین کا پتہ چلتا ہے اور زیر عارضی ان ہی دو چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے جیسکہ حاشیہ ۵ میں بیان ہوا ۱۲۔ وہ تمام کلمات جن میں رادساکن ہے پہلے کسرو عارضی یا کسرو منفصل ہے۔ ہم نے کتاب التمجید میں ایک جدول میں درج کر دیے ہیں اور ہر کلمے کے ساتھ سورت اور پارہ کا کسرو نمبر بھی لکھ دیا ہے ۱۲۔ کیونکہ یہ کتاب ایک کلمہ ہے اور اھرجوئی ایک۔ اس لیے اھرجوئی کی راد راد کے کسرو کی وجہ سے با یک نہ ہوگی بلکہ چھٹی پڑھی جائے گی ۱۲۔ اس میں ہم کا کسرو عارضی ہی ہے اور منفصل بھی منفصل اس لیے کہ آخر ایک کلمہ ہے اور اھرجوئی ایک۔ اور عارضی اس لیے کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے اور اس قسم کا کسرو بھی عارضی ہوتا ہے۔ اجتماع ساکنین کے مسائل اور ہمزہ کے احکام دونوں چیزیں معلّم التمجید میں پڑھ لو گے ان شاء اللہ ۱۲۔ یعنی جن کلمہ میں راد ہے ۱۲۔ یعنی رادساکن، قبل کسور کے بعد اگر اسی کلمہ میں حرف مستقلہ ہوگا ۱۲۔ خواہ اس راد سے پہلے کسرو اصلی اور متصل ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس قاعدہ کی حق میں مذکور چاروں مثالیں یہ صدف ہے لیکن اس پر بھی بعد کے مستعلیہ کی وجہ سے راد پُر پڑھی جاتی ہے ۱۲۔ یعنی ملان ان رات حروف کا مجموعہ بیاں ہو چکا ہے۔ اگر یہ مجموعہ یاد نہ رہا ہو تو وہاں دیکھ لو ۱۲۔

ان سب میں راء کو پڑھیں گے۔ اور تمام قرآن مجید میں اس قاعدہ کے ہی چار لفظ پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی اس کا ہی نشان آسان ہے (تنبیہ ۱) تیسری شرط کے موافق لفظ کُلّی فُتّی کی راء میں بھی تخفیم ہوگی۔ لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے۔ اس لیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقی ہے اور دونوں امر جائز ہیں۔ (تنبیہ ۲) تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستغلبہ میں سے کوئی حرف ہوگا۔ تو اُس کو پڑھیں گے۔ تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستغلبہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنْذَرْتُمْ قَوْمًا۔ فَاَصْبَحَ صَبْرًا میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔ (قاعدہ ۳)۔ اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو۔ اور اب اس حالت و قف میں ہوتا ہے جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے۔ تو پھر اُس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو۔ اگر اُس پر زیر یا پیش ہو تو راء کو پڑھو گے جیسے لَيْسَ اَلْقَدْرُ بِكُلِّ الْعُسْرِ كَمَا اُنْ مِنْ رَاءِ حِي سَاكِنٍ اَوْ دَوَالٍ اَوْ سِيْنٍ حِي سَاكِنٍ اَوْ قَافٍ پَرِزْبَر اَوْ عِيْنٍ پَرِیْش ہے۔ اس لیے اُن دونوں کلموں کی راء کو پڑھیں گے۔ اور اگر اُس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو جیسے ذی اَلَّذِیْ كَرَدَ راءِ حِي سَاكِنٍ اَوْ دَافٍ حِي سَاكِنٍ اَوْ ذَوَالٍ پَرِزْبَر سے پہلے اُس راء کو باریک پڑھیں گے (تنبیہ ۴) لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے۔ اگر یہ حرف ساکن ہی ہو تو پھر ہی سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو پس راء کو یہ حال میں باریک پڑھو خواہ قی سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے حَبْرًا قَدِیْرًا کہ ان دونوں راء کو باریک ہی

۱۱ کیونکہ بات بہت ہی آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ راء کے بعد حرف مستغلبہ ہے یا حرف مستقل ۱۲۔

۱۳ کیونکہ راء ساکن کے بعد اسی کلمہ میں قاف ہے جو کہ حروف مستغلبہ میں سے ہے ۱۴ یعنی تخفیم و ترقی اور

اس کو غُفّ کتے ہیں ۱۵ کیونکہ اَنْذَرْتُمْ اگلا کلمہ ہے اور قَفَّ مَکَّ اگلا اور فَاَصْبَحَ صَبْرًا میں بھی یہی صورت

ہے اور اس قاعدہ کی ایک مثال ادبی پائی گئی ہے یعنی دَلَّ تَصَرُّعًا وَحَدَّ ۱۶ نعمان ۲ میں ۱۲ ۱۵ یعنی

یہ کہ راء اور اس سے پہلے والا حرف دونوں ساکن ہوں کیونکہ میں اس طرح کئے و ساکنوں کا اکٹھا ہونا جائز

نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ اس قاعدہ کی مثالوں پر اگر وقف نہ کیا جائے بلکہ بعد والے کلموں سے ملکر پڑھا جائے تو اب ان

کی سارا ساکن نہ پڑھی جائے گی بلکہ متحرک دہائی خوب سمجھ لو ۱۷ یعنی خواہ فتح ہو خواہ کسر مبینا کہ مثالوں کے

ظاہر ہے۔ اور ہر حال کا مطلب بھی یہی ہے۔ رہا ضمہ تو وہ یا ساکن سے پہلے آتا ہی نہیں ۱۲۔

پڑھیں گے (تنبیہ ۱۷) اس قاعدہ ملا کے موافق تلفظ مَصْرَ اَمْعِیْنَ اِقْطُرْ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو بائیک ہونا چاہیے مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو بائیک اور پڑوں کی طرح پڑھ لیا ہے۔ اولیٰ ایسے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ راء کو آخر جو حرکت ہو اس کا اقتبا لیا جائے پس مخمر میں تغیم اولیٰ ہے کہ راء پر ذب سے ودا یقظ میں ترقین اولیٰ ہے کہ راء پر ذب سے۔ (تنبیہ ۱۸) اس قاعدہ ملا کی بنا پر سورۃ الفجر میں اِذَا یَسْتَرْجِبُ وقفہ مَرَّس کی راء کو مخمر ہونا چاہیے لیکن بعض قاریوں نے اس کے بائیک پڑھنے کو راء کو لکھا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ اس لیے اس راء کو قاعدہ مذکور کے موافق پڑھی پڑھنا چاہیے۔ قاعدہ ۱۷ راء کے بعد قرآن مجید میں ایک جگہ ملا ہے تو راء کی اس حرکت کو زیر کھج راء کو بائیک پڑھیں اور وہ جگہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرُہَا اس راء کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی راء کو بائیک پڑھتے ہیں۔ اما لاسی کو کہتے ہیں جس کو فارسی والے یا بے حمل کہتے ہیں۔ پس مَجْرُہَا کی راء کو بائیک پڑھیں گے (قاعدہ ۱۸) جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو فی ہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ ملا کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو ادھی اس سے پہلے والے

۱۷ کیونکہ راء متوقف ہے پہلا حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے والے حرف یعنی میم اور فاق پر کسرہ ہے ٹی لٹکو اور دلا سیکو کی طرح ۱۲ ترقی کی وجہ ترقین مذکور ہی ہے یعنی قاف اور میم کا کسرہ اور تغیم اس سے کہ مابعد کی طرح ماقبل کے متعلیہ کو بھی تغیم کا سبب سمجھیں ۱۳ مطلب یہ ہے کہ گدان دونوں گدوں میں وقفاً دو دو وجہ ہیں لیکن تزیج اس وجہ کو کہ جو راء کی حرکت کے موافق ہے و باقی وضاحت کے غرض میں موجود ۱۴ کہلے کیونکہ میں ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف یعنی یا ر مفتوح ہے اَنْکَدَنْ کی طرح ۱۵ اس لیے کہ یہ لفظ اصل میں لیسری تھا پس بعض نے راء کے بائیک پڑھنے کو اس لیے اولیٰ لکھا ہے تاکہ بے غمخہ پر دلالت ہو جائے لیکن متعین کے اقوال سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ غیث النفع میں تو پڑھنے کی تصریح کی گئی ہے و زینت الفرقان چنانچہ مخمری کتاب میں بھی ترقین کی روایت کو ضعیف ہی بتایا گیا ہے ۱۶ مالہ کہتے ہیں فترہ کو حرف کسرہ کے اور اس کے بعد الے لاف کو حرف یاد کے جھکا کر پڑھنے کو ۱۷ چونکہ مابعد میں زبر کو مذکر کی طرح جھکا کر پڑھا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والے حاشیہ میں گذرا۔ اس لیے اس لفظ کی راء کو کسرہ ہی سمجھا جائے گا اور اس پر کسرہ الاحکامی جاری کیا جائے گا ۱۸ چونکہ مصنف کے پیش نظریاں صرف امالہ الی راء کا حکم بیان کرنا ہے امالہ کی تعریف بتانا مقصود نہیں اس لیے اس کے تلفظ کو ایک عام فہم تشبیہ سے کر لیا گیا ہے اور دیا ہے جمول

حرف کو دیکھ کر اس راہ کو بائیک یا پُر پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس راہ کو بالکل سائی پڑھا جائے جیسا کہ وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا دیا گیا جلتا ہے اور اس کو روکتے ہیں۔ اور یہ صرف زیر و پیش میں ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان لمعۃ تیرہ میں انشاء اللہ آئے گا۔ سو یہاں یہ تنویر مقصود ہے کہ اگر ایسی ہی آواز دوم کے ساتھ کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس راہ پر جو حرکت ہوگی۔ اس کے موافق پُر یا بائیک پڑھیں گے جیسے ذالغیر پر اگر اس طرح سے وقف کریں تو سہ راہ کو بائیک پڑھیں گے اور مستثنیٰ پر اگر اس طرح وقف کریں تو سہ راہ کو پُر پڑھیں گے۔

نواں لمعہ۔ میم ساکن اور مشدود کے فاعل میں

قاعدہ ۱ :- میم اگر مشدود ہے تو اس میں غنہ فروری ہے اور غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز نہ جانے کو جیسے لکھا اور اس حالت میں اس کو حرف غنہ کہتے ہیں۔ (فاعلہ) غنہ کی مقدار ایک الف ہے اور الف کی مقدار دو ریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھٹی ہوئی انگلی کو بند کر کے پانچ انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک غنہ ہے باقی اہل اہل اور مدارائے مشتاق سے منہ نہ پڑے۔

کا تلفظ وہی ہے جنظرے کی یاد کا ہے اور پُر پڑھنا کی یاد کو بھی عینہ اس طرح پڑھنا چاہیے اور اس کو فاری کی یاد کی طرح پڑھنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ پائے معروف ہے ۱۲ء اس طرح وقف کرنے کو وقف بالا سکان کہتے ہیں ۱۲ء یعنی جس راہ پر وقف کرنے کا ارادہ جس کا ذکر اس قاعدہ ۵ کے شروع میں آچکا ہے ۱۲ء یعنی اس کی حرکت کے کچھ حصہ کو باقی رکھ کر جس کو وقف بالزوم کہتے ہیں ۱۲ء اس لیے کہ اس حالت میں وصل کی طرح سہ راہ کو سدا وادامہ کی ۱۲ء کیونکہ اس حالت میں سہ راہ وصل کی طرح مضموم وادامہ کی غلاصہ کہتا اور توقف بالزوم سہ راہ کو وصول کی طرح اپنی حرکت کے لحاظ سے پُر یا بائیک پڑھی جاتی ہے اور مدار توقف بالا سکان اور بالا شام کی طرح حرف ناقیل کی حرکت کے تابع نہیں ہوتی۔

حواشی لمعہ نم ۱ :- ہاں یہ کہ کے ساتھ اور سوئی لمعین نوں کے ساتھ ساکن اور مشدود کی تیسرا اس لیے پڑھائی گئی ہے تاکہ حرکت غیر مشدود نہ مل جائے دیکھو ملاحظہ ۵۔ ۱۲۔ ۱۲ یعنی مشدود ہونے کی حالت میں ۱۲۔

قاعدہ ۱۱: میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کہ کیا حرف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میم ایک ہو جائیں گے اور مثل ایک میم مثلاً د کے اس میں غنہ ہوگا حقیقت التجوید جیسے اَلِیْمُ مَوْسُوں اور اس کو ادغام صغیر میں کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد یا رہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادغام کرنے کے وقت دونوں ہزٹوں کے خفی کے حصہ کو بہت تری کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے بڑھا کر غیشوم سے ادا کیا جائے اور پھر اس کے بعد ہزٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہزٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ طاکر یاہ کو ادا کیا جائے رجاء المقل جیسے وَهْنٌ یَقْتَصِرُ بِهَا حَلْطٌ اور اس کو اخفاء شغوی کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور اس کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا یعنی میم اپنے خراج سے بلا غنہ

۱۱۔ چنانچہ کوئی شخص اگر قال۔ کَانَ اَمِیْنًا وغیرہ کہتا ہے اور اس سے الف کی مقدار میں کھنکی مینی ہو جاتی ہے تو جس شخص نے کسی ماہر مشاق اُستاد سے شئی کی ہو اس کے کانوں کو ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ذوق سے مقدار کے کھنٹے بڑھنے کو معلوم کر لیتا ہے خواہ وہ کھنکی ہوئی اٹکی کو بند اور نہ نہ اٹکی کو کھولنے کا عمل بھی نہ کرے ۱۲۔ کیونکہ ادغام کی حقیقت یہی ہے کہ دونوں حرفوں کو ملا کر ایک انت کر دیا جائے اور دونوں ایک ہی حرف بلا فصل ادا ہوں چنانچہ تہن کی مثال کو ادا کر کے خود کرنے سے حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے ۱۳۔

۱۴۔ میں ادغام کے بعد اَلِیْمُ مَوْسُوں کے دونوں میم مل کر لٹکا کے ایک میم کی طرح حرکت میں اور اب اس میں بھی مثل لٹکا کے غنہ ہوتا ہے ۱۵۔ یادغام کی ایک قسم ہے جس کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں مختصر آئیں سمجھو کہ اگر ادغام ایک ہی طرح کے دونوں میں ہوا ہے اور پہلا حرف ادغام سے پہلے ہی ساکن تھا جیسے اَذْهَبَ ، وَقَدْ خَلُکَ وغیرہ تو ایسے ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں پس اس اصطلاح کو ایک جگہ کے ساتھ خاص نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ اس کی ایک مثال ہے اور ادغام کی پوری بحث نصاب کی دوسری کتاب معلم التجوید میں دیکھو ۱۶۔ یعنی میم کے اخفاء اور دونوں کے اخفاء کا مطلب اس سے کچھ مختلف ہے جس کا بیان اصول میں آئے گا ۱۷۔

۱۸۔ شفقت کے معنی ہزٹ کے ہیں میم چونکہ ہزٹوں سے ادا ہوتا ہے اس لیے اس کے احکام کے ساتھ شفقی کی قید لگا دیتے ہیں ۱۹۔ یہاں مجھا اور دونوں ساکن اور تہن کے اظہار کے ضمن میں جس غنہ کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے وہ غنہ مراد ہے جس کی مقدار ایک الف ہوتی ہے اور قاری کو اس کے لیے راہ کرنا چاہتا ہے اور ایک غنہ میم اور نوں کا ذاتی ہوتا ہے جس سے دونوں حرف کسی حالت میں بھی غالی نہیں ہوتے چنانچہ جب تم اَلْعَمَّتِ کہتے ہو

ظاہر کی جاوے گی جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفعوی کہتے ہیں۔ (تنبیہ) بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں بار آورواؤ اور اذکار کا ایک ہی قاعده سمجھتے ہیں۔ اور اس قاعده کا نام ہوت کا قاعده رکھا ہے یعنی بعضے تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعضے ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں جیسے عَلِمَ عَلِمَ وَلَا اَلْفَا لَیْنِ وَیَعِدُ عَصَا فِیْ یَسْبِ غَلَا فِ قَاعِدَہ ہے۔ پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے۔ اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (دوقۃ الفرید)

دسواں لمعہ۔ نون ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں

اور چھٹے لمعہ کے شروع میں کچھ کچھ ہوں کہ تینوں بھی نون ساکن میں داخل ہے۔ وہاں پڑھ لیں۔ مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تینوں کا نام بھی آسانی کے لیے لیا جاوے گا۔ قاعده نون اگر مشدّد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور مثل میم مشدّد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔ نون لمعہ کا پہلا قاعده پھر دیکھ لو (دعا عہد مل) نون ساکن اور تینوں کے بعد اگر حرف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جاویں اور غنہ

تو یہ غنہ نون اور میم میں اس وقت بھی ہوتا ہے حالانکہ یہاں اظہار ہے ۱۲۔ سب کو خلاف قاعده میں اسطے کہ اس کے تینوں حرفوں کا ایک ہی قاعده بنایا گیا ہے۔ حالانکہ ہر کلمہ کا ایک ہے اور واؤ و قاء کا ایک جیسا کہ میں گذارہ اور اس کی باقی تقریر آئندہ نمبروں میں آ رہی ہے ۱۲۔ پہلے اندیشہ سے قول کو جو بالکل کہا ہے تو وہ بھی اس بنا پر کہا ہے کہ ان تینوں حرفوں کا ایک ہی کلمہ اور ایک ہی قاعده بچا گیا ہے۔ سو نہ ظاہر ہے کہ پہلے قول کا ایک حصہ یعنی باآ سے پہلے اخفاء یہ تو صحیح ہی ہے البتہ تیسرا قول سراسر غلط اور نادوست ہے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے فقہہ سا ہو جاتا ہے اور متعلقہ کے حرف صرف پانچ ہی ہیں جیسا کہ صفات لازم میں گذارہ ۱۲۔ ملے اس کو بھی ضعیف اسی معنی کر کے کہا گیا ہے کہ سب کا حکم ایک بچ گیا ہے ورنہ واؤ اور قاء سے پہلے تو اظہار مطلوب اور طریقہ اہل ادب ہے اور یہاں ضعیف یعنی غیر غنہ یعنی غیر اولیٰ ہے کیونکہ باآ سے پہلے بھی اظہار جائز ہے البتہ خلاف اولیٰ ہے ۱۲۔

دسواں لمعہ جیسے اِنَّ، کَاَتْ اور یُظْطَوْنَ وغیرہ ۱۲۔ جس غنہ کی یہاں نفی کی جا رہی ہے

اس سے کوئی غنہ نہ آوے اس کی تحقیق لمعہ نمبر ۹ حاشیہ میں کی گئی ہے وہاں ملاحظہ کریں ۱۲۔

بھی نہ کریں جیسے اَنْعَمْتَ سَلَامًا عَلَیْکُمْ وغیرہ اور اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں۔ اور

حروف حلقی پچھلیں جو اس شعبہ میں جمع ہیں۔ ۵

حرف حلقی چھ بھولے نور میں ہمزہ، ہاء و واء و عین و غین

جو تھے لمعہ میں لمعہ ملا، ملا، ملا کو پھر دیکھ لو اور اظہار کا مطلب نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ

میں پھر دیکھ لو۔ (قاعدہ ملا، نون ساکن اور تینوں کے بعد اگر ان چھ حروف میں سے کوئی

حرف آئے گی کا مجموعہ یَزْمَعُونَ ہے تو وہاں ادغام ہوگا۔ یعنی نون اُس کے بعد حرف سے

بدل کر ایک ہر جاویں گے جیسے مِنْ کَدْ نَهْ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا

چنانچہ پڑنے میں صرف لام آتا ہے اگرچہ کھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حروف میں اتنا

فرق ہے کہ ان میں سے چار حروف میں تو غنہ بھی رہتا ہے اور یہ غنہ مثل نون مشدود کے برعکس کہ

پڑھا جاتا ہے۔ اور ان چاروں کا مجموعہ ینمو ہے جیسے مِنْ یُؤْمِنُونَ۔ بَرِّقَ یَجْعَلُونَ

وَعِکْرٌ ذَلِکَ اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں۔ اور مدد وجوہ گئے یعنی ساء۔ لا تھان میں غنہ

نہیں ہوتا جیسے مِنْ کَدْ نَهْ مثال اُدپر گزری ہے اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی

خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں۔ اور اس کو ادغام بلا غنہ کہتے ہیں۔ اور نویں لمعہ کے قاعدہ ملا

و ملا میں غنہ اور ادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ پھر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حرف

ایک گھڑی نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے جیسے دُنِیَا قِنَاقُ۔ حَسْبُوا

۱۵ دجہ خا ہے کہ یہ اظہار حروف حلقی کی وجہ سے ہی ہوتا ہے ۱۲ ۱۵ اس مصرع میں حروف حلقی کو صرف جمع

کرنا ہی مقصود ہے ورنہ مخرج کے لحاظ سے ان حروف کی ترتیب اس طرح ہے تہ۔ ہا۔ ع۔ جا۔ یغ۔ خا جیسا

مخارج کی بحث میں گذرا ۱۲ ۱۵ کیونکہ ادغام کی وجہ سے دونوں ایک ذات ہو جاتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے

کہ ادغام میں مدغم، مدغم فیہ سے ہوتا ہے یہی ادغام کی تمام مثالوں میں نون اسی طرح بعد والے حرف سے

بدل جائے گا ۱۲ ۱۵ یعنی ایک الف کے برابر کیونکہ غنہ کی مقدار ایک الف ہی ہے جیسا کہ گذرا ۱۲

۱۵ یہ دونوں یکساں کی مثالیں ہیں۔ ان میں سے پہلی نون ساکن کی ہے اور دوسری تینوں کی اور اولیٰ کی

مثالیں مِنْ وَیْلٍ وَلَا مِیْمٍ کی مِنْ مَّاءٍ مَّہِیْمٍ اور نون کی مِنْ مَّا حِیْمٍ اور اولیٰ کی لَحْنٍ

ہو سکتی ہیں ۱۲ ۱۵ یعنی اس ادغام کو جو ینمو کے چار حروف میں ہوتا ہے ۱۲ ۱۵ یعنی اس کو جو لڑکے

دو حروف میں ہوتا ہے ۱۲ ۱۵ یعنی جو حرف یَزْمَعُونَ میں ہوتا ہے ۱۲۔

کے اور بدولن تشدید کے صرف عیشوم سے غنت کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر
اداکیا جائے۔ اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاد سے قیسر نہ ہو اُس وقت تک
صرف غنت ہی کے ساتھ پڑھتا ہے کہ دونوں سُسنے میں ایک دوسرے کے مشابہ میں جیسے
عَ اَنْدَرُ نَهْمُ قَوْمٌ ظَلَمُوْا اَمْرٌ یَّهْیِیْ اَسَافِیْ کے لیے اس اخفاء کی ایک مثال اپنی بول چال
کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھیں آجائے۔ وہ مثالیں ہیں کنواں کنول مُند
اُونٹ۔ بانس سینک۔ دیکھو ان لفظوں میں نوں نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بدلے کے صرف
میں اوعام ہو گیا اور اس ن کے اخفاء کو اخفقی کہتے ہیں۔ اور نوں کے اظہار کو جس کا بیان
باجو مصتغ نے تشدید کی نفی کی وضاحت اس لیے فرمائی تاکہ اخفاء اور اوعام ناقص کا فرق خوب واضح ہو جائے
کیونکہ ثانی میں تشدید ہوتی ہے اور اول میں نہیں ہوتی ۱۲ لے یعنی اخفاء مع الغتہ اور اظہار مع الغتہ اولیٰ
میں صرف غنت سے مراد اظہار مع الغتہ ہی ہے کیونکہ صرف غنت کے تو کوئی مطلب ہی نہیں اور مولانا نے جو ان
دولوں کو ایک دوسرے کے مشابہ فرمایا ہے تو اس سے مراد اظہار ہی مشابہت ہے جو غنت کی وجہ سے ان دونوں
میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ حقیقت کی رُو سے تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ ایک میں زبان کا سرتا نوں
کے ساتھ لگتا ہے اور دوسرے میں نہیں لگتا اور مطلب یہ ہے کہ جب تک اخفاء حقیقی اپنی صحیح کیفیت کے
ساتھ ادا نہ ہو سکے اس وقت تک کم از کم غنت تو ضروری کرنا ہے تاکہ اخفاء کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت تو
ہوئی جائے ۱۲ فائدہ ۵۰۔ اخفاء کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں ایک مسلک تو وہ ہے جو تن سے ثابت
ہوتا ہے یعنی یہ کہ اخفاء حقیقی میں زبان کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور سرتا زبان نام سے بالکل علیحدہ رہتا ہے
جیسا کہ فرمایا ہے بلکہ بدولن دخل لسان کے اور بدولن تشدید کے صرف عیشوم سے غنت کی منت کو بقدر ایک
الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے ۱۲ لے ۹ اخفاء کی اور دو زبان میں جو مثالیں تن میں دی گئی ہیں
یعنی بانس سینک وغیرہ تو یہ بھی اس صورت میں اس کی مثالیں بنی سکتی ہیں کہ زبان کے دخل کو بالکل تسلیم
نہ کیا جائے ورنہ اگر زبان کا دخل بھی تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں یہ اخفاء کی مثالیں بن ہی نہیں سکتیں۔
لیکن استاد الا ساندہ امام فن حضرت مولانا قادی جید الرحمن صاحب لآبادی کی تحقیق یہ ہے کہ اخفاء میں سرتا
زبان کو تو نا تو سے معمولی سا لگاؤ ضرور ہوتا ہے اور زبان بالکل بے تعلقی نہیں رہتی۔ چنانچہ آپ نے نوں کو مکتہ
کے حاشیہ میں اس پر مفسر کلام کیا ہے اور دخل لسان کے لائل بیان فرمائے ہیں کہ جانیں کے لائل اور موضع پر مفسر کلام
یہ ساری بحث انشاء اللہ لتبیان فی تزییل القرآن میں سیر فہم کی جائے گی۔ یہ حواشی ان تفصیلات کے تحت نہیں ہیں ۱۲

قاعدہ ملا میں ہوا ہے انطا حقیقی کہتے ہیں۔ اور جس کا بیان قاعدہ ملا میں ہوا ہے انطا مطلق کہتے ہیں جس طرح میم کے انخفاء و انطواء کو شغوی کہتے ہیں جس کا بیان نویں لمعہ قاعدہ ملا میں گزرا ہے۔

گیارہواں لمعہ۔ الف اور واؤ اور پاء کے قاعدوں میں

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہوا ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو۔ اور پاء ساکن سے پہلے زیر ہو اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے اور کچھ لمعہ ملا مخرج ملامتہ اور کھڑا برآمد کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حرف مدہ میں داخل ہیں کیونکہ کھڑا برآمد الف مدہ کی آواز دیتا ہے اور کھڑی زیر پاء مدہ کی اور الٹا پیش واؤ مدہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے۔ ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔ قاعدہ ملا، اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مدہ کہتے ہیں جیسے مَوَآءُ، مَوَآءُ، مَوَآءُ، اور اس کا نام مدہ منقلب ہے اور ان کو مدہ واجب بھی کہتے ہیں اور مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور الف کا اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ ملا کے فائدہ میں دکھایا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کرینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا کہ ہمزہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو

حواشی لمعہ یازدہم] ۱۔ اُوْیُوْ مَلَکِیْنِ کے اُحْ حروف میں سے لام۔ ۲۔ اَیُوْ اور نون ان چار حروف کے قاعدے اور پانچ الگ چار حروف میں بیان ہو چکے ہیں اور اب اُوْی کے چار حروف باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ہمزہ کے قاعدے تو بارہویں لمعہ میں آئیں گے اور باقی تین حروف یعنی الف، واؤ اور پاء کے قاعدے اس گیارہویں لمعہ میں بیان کیے جا رہے ہیں۔ پھر یہ سمجھنا چاہیے کہ الف تو ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے اور واؤ اور پاء کی تین تین حالتیں ہیں۔ مدہ، لین اور متحرک۔ مگر واؤ اور پاء جب متحرک ہوتے ہیں تو اس وقت یہ صفات عارضہ سے خالی ہوتے ہیں۔ لہذا اس لمعہ میں صرف حرف مدہ اور حروف لین ہی سے متعلق قاعدے بیان ہوئے گئے ۱۲۔ ۱۔ کھڑے زیر کی مثال اُوْیُوْ مَلَکِیْنِ کھڑے زیر کی مدہ اور اُطِیْنِ کی لٹہ ہو سکتی ہے ۲۔ ۳۔ کیونکہ حروف مدہ اور یہ حرکتیں تلفظ میں دونوں یکساں ہیں جیسا کہ حاشیہ مدہ کی مثالوں کے تلفظ سے ظاہر ہے۔ ۳۔ یعنی حرف مدہ کو ان کی اصلی مقدار سے زیادہ لکھیں کہ کیونکہ اسی مقدار کے برابر کھینچنا تو اس وقت بھی واجب ہے جبکہ ان کے بعد ہمزہ نہ ہو ورنہ یہ حرف سرے سے حذف ہی ہو جائیں گے اور یہ بہت بھاری غلطی ہے۔

حرف مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً چار میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار ہے سو اس مقدار کے علاوہ مد کر خضے کی مقدار ہوگی۔ (قاعدہ ۱۱) اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں تو حرف مدہ ہمزہ و سکر کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو وہاں بھی اس مدہ کو بڑھا کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے جیسے اِنَّا اَعْطَيْنَا الْاِدْنِیَ اَحْمَمَ مَکْرَیہ مد اس وقت ہر کلمہ جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پروقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ ہوگا اور اس مد کو مد مفصل اور مد جائز بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف ہے جیسے مفصل کی تھی۔ اور اگر دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں ۱۲۔

کیونکہ اس سے قرآن کا ایک حرف کم ہو جاتا ہے ۱۲ یعنی جن کی تعریف الہی گذری کہ حرف مدہ کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو ۱۲۔ اس مد کے متصل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمزہ اور حرف مدہ دونوں ایک ہی کلمہ میں مل کر آتے ہیں۔ اور واجب ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تمام دوا تیروں امد تمام قراءتوں میں کیا جاتا ہے کسی روایت اور کسی قراءت میں اس کا ترک جائز نہیں ہیں۔ جب معنی ضروری ہے ۱۲۔ اس سے یہ نکتہ ہے کہ مد متصل کی پوری مقدار چار یا پانچ الف ہے کیونکہ اوپر یہ فرما چکے ہیں کہ اس کی مقدار تین یا چار الف ہے اور یہاں فرمایا ہے کہ یہ مقدار مدہ کی اصلی مقدار کے علاوہ ہے جس کا مطلب یہی ہوا کہ مدہ کی اصلی مقدار سمیت مد متصل کی مقدار چار یا پانچ الف ہے لیکن اس میں نظر ہے اس لیے کہ دوسرے محققین نے مد متصل کی مقدار مع طبع کے زیادہ سے زیادہ چار الف بتائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا فادی عبدالحی نقی صاحب تیسیر التقرید میں فرماتے ہیں مد متصل اور مفصل میں تو وسط ہوتا ہے یعنی دو الف کے برابر کھینچا جاتا ہے اور تین الف کے برابر کھینچنا بھی جائز ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ مقدار مدہ اصلی کے علاوہ ہے یعنی ایک الف اصلی کی مقدار اور دو یا تین الف مد فرعی کی مقدار ملا کر کل تین یا چار الف تک کھینچا جائے (۱) اور فوائد مکہ میں ہے مد متصل کی مقدار میں کئی قول ہیں۔ دو الف، اڑھائی الف، چار الف، انھ اس سے بھی اپنی توجہ نکتہ ہے کہ متصل کی مقدار مع طبع کے چار الف سے زیادہ نہیں (کیونکہ اگر مصنف فوائد مکہ کے نزدیک یہ مقدار مدہ اصلی کے علاوہ ہوتی تو آگے اس کی ضرورت و صاحت فرمادیتے۔) اور یوں بھی پانچ الف طول کی آخری مقدار ہے اور مد متصل میں تو شرط ہوتا ہے بہر حال صحیح تہذیب ہے کہ متصل اور مفصل کو چار الف سے زیادہ نہ کھینچا جائے (۲) اور ۱۲۔ اس لیے کہ اس صورت میں ہمزہ حرف مدہ سے جدا ہو جاتا ہے اور یہ ہمزہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۱۲۔ اس لیے کہ اس میں

قاعدہ ۱۳۔ اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون نہ ہوا ہو جیسے **الْقَلَمُ** اس میں اول حرف ہمزہ ہے۔ دوسرا حرف الف ہے اور مدہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب نہیں ہے چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے۔ تو ایسے مدہ پر بھی مدہ ہونا ہے اور اس کا نام مدہ لازم ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مدہ کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔ (قاعدہ ۱۴) اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدہ ہو جیسے **صَالِقٌ** اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے۔ اس مدہ پر بھی مدہ ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مدہ لازم ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مدہ کو کلمی مشفق کہتے ہیں۔ (قاعدہ ۱۵) بعض کلمات کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑے جلتے ہیں جیسے سورۃ بقرہ کے شروع میں **الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ** لام تیسرے ان کو حروف منقطہ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور اس کے سوا جو حروف رہ گئے ہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جن میں تین حروف ہیں۔

ہمزہ حرف مدہ سے اس معنی کر کے مجازاً ہوتا ہے کہ حرف ہمزہ ایک کلمے کے آخر میں ہوتا ہے اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں۔ اور چنانچہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہمزہ جب کی طرح نام روا تلوں میں نہیں کیا جاتا بلکہ بعض میں کیا جاتا ہے اور بعض میں نہیں کیا جاتا۔ اور یوں بھی پہلے کلمہ پر وقف کرنے کی صورت میں یہ کہ جتنا ہے جتنا کہ تین میں بھی ہے ۱۲۔
۱۱۔ ایک ہی طرح سے مُرَادِی ہو سکتی ہے کہ دونوں کی مقدار مدہ ایک ہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ادا ہونے نہیں تو سب مدیں ایک ہی طرح کی ہیں یہ دونوں بھی ادا شدہ آئے والے بھی۔ پس یہاں ہر طرح کو کلمی مقدار ہی سمجھنا چاہیے اور اعلم ۱۲۔ اس لیے کہ یہ مد سکون لازم یعنی سکون اصلی کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ تعریف اور مثال سے ظاہر ہے ۱۲۔ یعنی جس کسی کلمہ میں حرف مدہ کے بعد سکون لازم مخفف ہو جس کی مثال اور تین میں **الْقَلَمُ** دی گئی ہے اور یہ مد لازم کی ایک قسم ہے اور تین قسمیں اس کی اور ہیں۔ ان کی تعریف اور مثالیں آگے متن میں آ رہی ہیں اور مطلق مد لازم کی تعریف اس طرح یا در کھنی چاہیے کہ حرف مدہ کے بعد اگر سکون لازم ہو جو وقف وصول دونوں حالتوں میں ثابت ہے تو اس مد کو مد لازم کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کی چاروں قسموں میں یہ بات پائی جاتی ہے ۱۱۔
۱۱۔ کیونکہ اس میں حرف مدہ کے بعد الف حرف جس کی وجہ سے یہ کیا جاتا ہے مشدہ پڑھا جاتا ہے اور مدہ مدہ مشفق دونوں کا مطلب ایک ہی ہے ۱۲۔ کیونکہ منقطہات کے معنی یہی ہیں کہ کٹے کٹے اور الگ الگ پڑے جانے والے حرف ۱۲۔ کیونکہ اس میں سرے سے حرف مدہ نہیں اور اس میں بعض حروف مدہ کے متعلق قاعدہ

جیسے لام میم قاف نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں جیسے ظا سوجن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے۔ اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مذکورہ حروف کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعه کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے ان کے مذکورہ حروف متعلق کہتے ہیں۔ جیسے الخ ہیں لام کو جب میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مذکورہ حروف مخفف کہتے ہیں جیسے الک ہیں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔ قنبدہ۔ ۱۔ تین حرفی مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد میں تو حرف ساکن ہے جیسے میم میں ہی مدہ ہے اور اس کے بعد میم ساکن ہے۔ اور کہیں حرف مشدہ ہے۔ جیسے لام میں الف مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدہ ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے تو ان میں مد پڑھنا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے۔ جیسے کھلیعکھ میں ع ہے وہاں مد پڑھنا اس عام قاعدہ کے موافق نہیں ہے اور اسی واسطے اگر مذکور کی تب بھی درست

بیان ہو رہے ہیں ۱۲۱ کیونکہ ان میں اگرچہ حرف مدہ ہے مگر بعد میں سکون نہیں اور مد لازم سکون ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں قاعدہ سے مراد مد لازم کا قاعدہ ہی ہے اس لیے کہ بحث اسی کی اصل ہی ہے وضعا علی تو ان دو حرفی مقطعات میں بھی ہر مذہب نے اختلاف کیا ۱۲۱ الف اس کو مدہ حروفی اس لیے کہتے ہیں کہ ہر حرف مقطعات میں ہوتا ہے اور یہ مقابل ہے مذکورہ کا جس کا ذکر قاعدہ مذکور میں آچکا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ اگر قاعدہ لازم حروف مقطعات میں ہر مذہب نے مد لازم حروفی کہلے گا اور اگر کسی اور کلمہ میں ہر حرف کی دو مثالیں اور تین میں قاعدہ مذکور کے ضمن میں گزریگی ہیں یعنی اَلْشُّعْ اور وَرَاہُ الْکَلْبِ تُو اس مذکورہ لازم کلمہ میں کسی کے پھر حروفی اور کلمہ میں سے ہر ایک کی دو دو مثالیں ہیں مثقل اور مخفف۔ پس پہلے چار قسم ہوئیں جن میں سے تین کا بیان اوپر آچکا ہے اور چوتھی قسم کا ذکر آگے آ رہا ہے ۱۲۲ کیونکہ اس صورت میں دونوں قسم مل کر ایک مشدہ میم کی طرح ہر جاتے ہیں ۱۲۳ مخفف کے معنی غیر مشدہ کے ہیں اور یہ مقابل ہے مثقل کا ۱۲۴ یعنی اٹھیں سات میں کیونکہ تین حروف مقطعات مل کر اٹھیں جن کا مجموعہ کھو عجل متقی ہے پس ان میں سے سات میں تین کا حرف مدہ ہے اور ایک یعنی لفظ میں بیچ کا حرف یا مد میں ہے خوب بھلو ۱۲۵ یعنی مد لازم کے عام قاعدہ کی کڑ سے کیونکہ ان میں ہر حرف کے بعد سکون لازم پایا جا رہا ہے اور یہی غرض ہے مد لازم کی کہ حرف مدہ کے بعد سکون

ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مذکر کی اداس کو مد لازم لین کتے ہیں (تنبیہ ملا) جو حرف نقطہ
آخر میں ہیں ان پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر ابعاد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا
نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جیسے سورہ آل عمران میں اللہ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد
کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ (قاعدہ ملا) اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا
سکون اہلی نہ ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن
کا جو قاعدہ ملا کے شروع میں مذکور ہوا ہے تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست
ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ الْعَظِیْمِ پر اداس کو مد وقفی اور مد عارض بھی
کتے ہیں اور یہ مد بین الف کے برابر ہے اداس کو طول کتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ مد و الف
کے برابر مذکر کی اداس کو توسط کتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں یعنی ایک ہی الف کے
برابر پڑھیں کہ اس سے کم ملی حرف ہی نہ رہے گا۔ گئے تنبیہ سوم دیکھو اس کو قشر کتے ہیں ۱۰ اداس میں

لازم ہو گیا کہ گزرا ۱۲۱۵ کیونکہ مد لازم کا عام قاعدہ یہ ہے کہ سکون لازم حرف مدہ کے بعد جہاں دریاں حرف
لین کے بعد ہے خوب بگھڑو ۱۲۱۵ کیونکہ اس میں بیگ کا حرف حرف لین ہے مدہ نہیں ۱۲۱۵ اس قاعدہ کو
کو عام نہیں بگھڑا جاتی بلکہ یہ سورہ آل عمران ہی کے شروع کے ساتھ خاص ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو
مابعد سے ملا کر پڑھنے کی صحت میں کم پر اعتبار سا کہیں علی غیر عدم کی وجہ سے عارضی طور پر حرکت آجاتی ہے۔
اس کے سوا کسی اور سورہ کے شروع میں یہ صورت پیش نہیں آتی پس باقی ہر جگہ اکثر اے جو حرف نقطہ میں وصل
وقف مد و نون حالتوں میں مد ہی ہوگا خوب بگھڑو ۱۲۱۵ کیونکہ وہ سکون اصلی تھا اور یہ سکون عارضی ہے ۱۲
۱۵ چنانچہ اس کا نون صرف بحالت وقف ہی ساکن پڑھا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں متحرک ہوا کرتا ہے۔
پس ایسا سکون جو وقف کی وجہ سے ہو سکون عارضی کہلاتا ہے اور اَلرَّحِیْمُ تَفْعَلُوْنَ اور تَنْکِذَ بَانَ
بھی اس کی مثالیں ہیں ۱۲۱۵ وجہ ظاہر ہے کیونکہ یہ اداس سکون کی وجہ سے ہوتا ہے جو وقف کی وجہ سے
عارضی ہوتا ہے اور وقفی کہنے کی وجہ بھی اسی سے معلوم ہوگی ۱۲۱۵ یعنی مد فرعی بالکل مذکور ہے۔ اور یہاں
بالکل مد نہ کرنے سے یہی مراد ہے کیونکہ مد اصلی جس کی مقدار ایک الف ہے وہ تو ہر حال میں ضروری ہے۔ کہ
یہ اس کے دانہ ہونے سے تو حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی ہے اور قصر بھی اسی کو کہتے ہیں کہ صرف مد اصلی
ہی کی جائے مد فرعی بالکل نہ کی جائے اور میں تنبیہ سوم کا جو حوالہ دیا گیا ہے تو وہ بھی اسی کے اس میں مد
اصلی مد فرعی کا فرق نکھایا گیا ہے ۱۲۱۵ پس عارضی وقفی میں تہی نہیں ہوئی۔ طول۔ توسط۔ قصر اور بائگے

افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر اور بھی یاد رکھو کہ ان نینوں میں سے جو طریق اختیار کرو ختم
تلاوت تک اسی کے موافق کہتے چلے جاؤ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدنام ہے۔ اور
مذہبی مدعا جائز کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مذہبیں ہوتا جیسے بعض
لوگ عفوئرا شکوہ پر وقف کر کے مار کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ (منشیہ ۱۱)۔
مدعا عرض جس طرح مدہ پر جائز ہے اسی طرح لین پر بھی جائز ہے یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے سہر
ہو اور یا ساکن جس سے پہلے زہر ہو (دیکھو لمعہ ۵۱) جیسے وَالصَّيْفِ پر یا مِنْ خَوْفٍ پر
وقف کریں اور جس طرح طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی مگر اس میں افضل قصر ہے
پھر توسط اور پھر طول اور اس مذکور مدعا عرض لین کہتے ہیں۔ (منشیہ ۱۲)۔
ایک قاعدہ لمعہ ۱۱ قاعدہ ۵ تنبیہ ۱۱ میں بھی گذرا ہے۔ دیکھو کہ کوئی نہ کہ وہاں حروف قطعی
سے جو عین ہے اس کی یا حرف لین ہے۔ (منشیہ ۱۳) یہاں تک قطعی تینوں ماکہ مذکور
ہوئیں یہ سب مدفعی مکتبی ہیں۔ یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں ۱۰ اور ایک مدعا اصل ہے

ان کے مراتب بیان کرتے ہیں ۱۲ تنبیہ یعنی مدعا عرض قطعی جس کا بیان چل رہا ہے کیونکہ اس میں بھی مدکرنا اور
ذکرنا دونوں ہیں جائز نہیں جیسا کہ تمن میں گذرا ۱۲ تنبیہ مدعا عرض دیکھو نکاس کے لیے حرف ماکہ بعد
سکون عارض کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں بیان ہوا۔ اور ان مثالوں میں یہ سکون نہیں ہے البتہ
مدعا اصل یہاں بھی ہو گا ۱۲ تنبیہ کیونکہ حرف لین کو حرف مد کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت ہے کہ دونوں ساکن
ہی ہوتے ہیں ۱۲ تنبیہ پس اس میں مدعا عرض قطعی کا ٹ ہوا کیونکہ اس میں طول افضل تھا۔ پھر توسط اور پھر
قصر اور اس میں افضل قصر ہے پھر توسط اور پھر طول کا مرتبہ ہے۔ اور لین لازم کا حال بھی مدفعی کی طرح
ہے اور اس میں بھی پلام مرتبہ طول کا ہے مگر یہ ملحوظ ہے کہ لین عارض اور لین لازم کے قصر کی مقدار عارض و قطعی
کے قصر سے کہہ نہیں سکتی ایک الف کے برابر نہیں ۱۲ تنبیہ مگر فرق اتنا ہے کہ اس کا مدین لازم ہے اور
وَالصَّيْفِ وغیرہ کا لین عارض کیونکہ وہ سکون لازم کی وجہ سے ہوتا ہے اور سکون عارض کی وجہ سے
۱۳ تنبیہ کیونکہ مدفعی کی تعریف یہ ہے کہ حرف مد کے بعد سکون یا تشدید یا ہمزہ ہو۔ چنانچہ ادھ کی مقدار
تینوں میں حرف مد کے بعد ان میں سے ایک نہ ایک چیز ضروری پائی جاتی تھی۔ اور اس کے مقابله
میں مد کی ایک قسم اور ہے جس کو مدعا اصل کہتے ہیں اور مدعا اصل کی تعریف یہ ہے کہ حرف مد کے بعد ہمزہ ہو نہ
سکون اور تشدید اور تمن میں مدفعی اور مدعا اصل کی تعریف نہیں بتائی گئی صرف ان کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے ۱۴

اور اس کو ذاتی اور طبعی بھی کہتے ہیں۔ یعنی الف اور واو اور یاد کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہیں رہے بلکہ زیر یا پیش یا زیر برہ جیسے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ قاعدہ ۱۷: ہر قاعدہ حروف مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے۔ وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پڑھو یعنی یا تو حرف مستغلیہ میں سے کوئی حرف ہر جن کا بیان لمحہ صفت وہ میں گزر چکا ہے۔ یا حرف سی آدھ ہو کہ مفتوح ہونے سے پہلے ہو جاوے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جبکہ اس سے پہلے زیر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف کو بھی ٹہا پڑھیں گے اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پڑھنے میں بھی تفاوت ہے تو سبسا ہی تفاوت اس الف کے پڑھنے میں بھی ہو گا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے یاد پڑے تو اسم اللہ کا لام ہے۔ اس کے علاوہ اس کے بعد جس اور جس ان کے بعد واو اس کے بعد قاف اس کے بعد یں اور خاں ان کے بعد سہ آدھ حقیقتہً التجوید

یہ دونوں بھی مدہ اصلی کے نام ہیں۔ ذاتی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مقدار کے بغیر حرف کی ذات ہی نہیں پائی جاتی اور طبعی اس لیے کہتے ہیں کہ حرف مدہ کو اتنا کھینچنا طبیعت سبب کا تقاضا ہے ۱۲ لکھ چنانچہ قال وقیل اور قولوا میں حروف مدہ کو اگر اتنا یعنی ایک الف کے برابر بھی کھینچ جائے تو ہر ہے کہ اس صورت میں یہ حروف ادا نہ ہوں گے بلکہ صرف حرکتیں ہی رہ جائیں گی خوب سمجھ لو ۱۳ لکھ یعنی مدہ فرعی کا کوئی قاعدہ اور مدہ ظاہر ہے کہ مدہ اصلی کا قاعدہ تو اس صورت میں بھی پایا جا رہا ہے ۱۴ لکھ مگر اس قاعدہ کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر میں رہی چاہیے کہ یہ قاعدہ مدہ سے متعلق نہیں بلکہ الف کے پڑا دیا گیا ہے کہ اس سے پہلے یہ بات ظاہر میں سے تین حرف ایسے بھی ہیں جو بعض حالتوں میں پُر پڑھتے جاتے ہیں اور بعض حالتوں میں بائیک۔ اور وہ یہ ہیں لام راء۔ الف پُر لام اور اسم کے پُر لام بائیک پڑھنے کے قاعدہ سے تو اوپر سا تو لیا اور آٹھویں میں بیان ہو چکا ہے اور الف کا قاعدہ یہاں بیان فرمایا ہے میں ۱۲ لکھ مگر الف کا الف کو خود یعنی اپنی ذات میں بائیک فرمانا اس بنا پر ہے کہ یہ حرف مستغلیہ میں سے نہیں ہے۔ رذیہ چونکہ امداد تظہیر میں مستقل نہیں ہے اس لیے تعینم اور ترقی میں بھی مستقل نہیں بلکہ حرف متعلق ہی کے تابع ہے ۱۳ لکھ میں خلاصہ ہوا کہ سات حرف مستغلیہ اور ایک آدھ ان آٹھ حرفوں کے بعد تو الف ہمیشہ پُر ہو گا اور لام میں تفصیل ہے کہ اگر لفظ اللہ کا لام ہے اور اس سے پہلے فتح یا فہم ہے تو ایسے لام کے بعد بھی الف پُر ہی ہو گا۔ اور اگر لفظ اللہ کے لام سے سے پہلے زیر ہے تو الف باریک ہو گا جیسے اللہ واللہ وغیرہ اور باقی انیس حرفوں کے بعد اور ایسے ہی اس لام کے بعد بھی جو لفظ

بارھواں لمحہ - ہجرہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بدول عربی پڑھے سمجھی نہیں آ سکتے اس لیے صرف موقوف کے قاعدے لکھے دیتا ہوں کہ سب قرآن مجید پڑھنے والوں کو ان کی ضرورت ہے۔ قاعدہ چوبیسویں پاس کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے عَالِجُجِی سَوَاسِ کَاوِو سِرَاہِزہ دُا نَزَمِ کَز کے پڑھو اس کو سہیل کہتے ہیں۔ (قاعدا، مثلاً، سورہ حجرات کے دوسرے رکع میں یہ آیا ہے بِئْسَ اِلَہٌ مِّنْ دُونِ سَوَاسِ کو اس طرح پڑھو کہ بئس کے سین پر نون بر پڑھو اور اس کو بعد کے کسی حرف سے ملاؤ۔ پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر سے کر بعد کے سین سے ملاؤ۔ پھر میم کو اگلے لام سے ملاؤ۔ غلام صریح ہے کہ لام کے لام سے آگے پیچھے جو

۱۲۔ اس کتاب میں ہمیشہ بار ایک ہی ہوگا ۱۲۔ اس میں جس حرف کے بعد الف واقع ہوگا تو اس میں تغیم بھی اس حرف کے غلبہ سے ہوگی۔ لہذا سب زیادہ تغیم ائمہ کے لام کے بعد والے الف میں ہوگی اور سب کے داء کے بعد والے الف میں۔ استاد کو چاہیے کہ ادا کر کے بتائے تاکہ فرق معلوم ہو جائے اور تفاوت کی معنی فرق بھی یہ کہ حواشی ملحہ وازوہم | ۱۳۔ اس لیے کہ ہزہ کے فاعل کو کُیڑی طرح سمجھنے کے لیے ہزہ کے تمام

جاننے ضروری ہیں یہ یقیناً یہ کہ ہمزہ اصلی کو نسا ہے اور مناد کو نسا اور پھر یہ کہ کوئی کو نسا ہے اور قطعی کو نسا وغیرہ وغیرہ
۱۲۔ یہ چیزیں کتب عربیہ میں ہی بیان کی جاتی ہیں ۱۲۔ ۱۳۔ ان دو قاعدوں کے جاننے کی سبب پڑھنے والوں کو
اس لیے ضرورت ہے کہ ان کو مفصل میں بالعموم قاعدہ کے موافق یاد نہیں ہوتا بلکہ دوسرے موقوفوں کے کران
میں یا یہی قاعدہ کے موافق ہوتا ہے اس لیے ان کا قاعدہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وائشرا علم
۱۴۔ اور یہ کی مزید وضاحت لمحہ ۲۷ حاشیہ ۱۴ میں دیکھی جائے ۱۴۔ ۱۵۔ یعنی اس طرح کہ توفیق دے
ہمزہ کی طرح نفوی اور سخت اور ہمزہ و اشوازم کہ بالکل الف ہی سے بدل جائے بلکہ دونوں کی درمیانی
کیفیت پیدا ہو۔ اور یہ کیفیت اسناد کی زبان سے منصف سے ہی معلوم ہو سکتی ہے ۱۲۔

۱۲۔ یعنی اس طرح پڑھنے کو جس کی کیفیت سابقہ حاشیہ میں بیان ہو چکی ہے۔ قاریوں کی بول چال اسی کو تسہیل کہتے ہیں اور گو تسہیل اس کے سوا تین کھول میں اور بھی ہے۔ لیکن چونکہ وطنِ نہیں کے ابدال بھی جائز ہے بلکہ ادنیٰ ابدال ہی ہے اور استاذوں کو عام طور پر محل بھی ابدال پر ہی ہے۔ اس لیے مولف نے ان کھول کو بیان نہیں فرمایا ہے ۱۲۔

دو ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرھواں لمحہ۔ وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فنِ تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بعد ضرورت اور کبھی کبھی باقی اور بین علم اس فن کی تکمیل میں۔ علم اوقاف۔ علم قرأت۔ علم رسم الخط۔ چنانچہ علم اوقاف کی

۵۵ افی دونوں کو بھی اور الفسق کے شروع میں جو ہمزہ بشکل الف لکھا ہوا ہے اس کو بھی تینوں کو پڑھنا چاہیے۔ یہی ہم لام سے مل سکتا ہے جس کے لانے کی نین میں ہدایت کی گئی ہے ۱۲۔

حواشی لمحہ سیزدہم | ۱۔ جس طرح قرآنی تشریف کو تجویہ کے ساتھ یعنی صحیح پڑھا ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جب قافیہ کو پڑھتے پڑھتے کسی جگہ ٹھہرنے کی ضرورت پیش آئے تو اسی طریقے کے موافق ٹھہرے جس طریقے سے عرب ٹھہرتے ہیں۔ اور ان ہی جگہوں پر ٹھہرے جہاں ٹھہرنے سے ذہن کسی نامناسب اور غلط معنی کی طرف منتقل نہ ہو جس ٹھہرنے کے انہی قاعدوں کو بھی میں ٹھہرنے کی جگہوں اور ٹھہرنے کے طریقوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ قاریوں کی اصطلاح (بول چال) میں وقف کے قاعدے کہتے ہیں۔ وقف کے پورے قاعدے اور اس کا اظہار بیان تو وقف ہی کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ مگر اس کے نہایت ضروری اور موٹے موٹے مسائل تجوید ہی کی کتابوں میں بیان کیے جاتے ہیں ۱۲۔ کیونکہ علم تجوید کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں حرف کو کس طرح ادا کرنا چاہیے اور فلاں کو کس طرح ادا کرنا چاہیے اور اوقاف میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کہاں ٹھہرنا چاہیے اور کہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ اور کس کلمہ پر کس طرح ٹھہرنا چاہیے اور کس پر کس طرح اور علم رسم الخط کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ بعض کلموں کی رسم اور طرح سے ہے اور پڑھتے دوسری طرح جانے ہیں۔ اور علم قرأت میں یہ چیز بیان کی جاتی ہے کہ قرآنی کلمات کو وحی الہی نے کس کس طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور تمام مضامین ایک دوسرے سے متعلق ہی ہیں کیونکہ ان میں قرآن کے الفاظ ہی سے بحث کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہ سادہ بحث ہی مختصر اور بالکل ابتدائی کے لیے ہے اسی لیے اس میں علم قرأت کے بیان کی تو محققاً گنجائش نہیں۔ اور علم رسم کے متعلق جس قدر نہایت ضروری تھا اس کا بیان اجمالاً جو حصوں لمحہ میں آگیا ہے اور علم وقف کے متعلق بھی کچھ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے مؤلف نے بہت ہی مختصر انداز میں نہایت ضروری اور مدنی موٹی چند باتیں فرمادی ہیں اگر طلبہ ان چند باتوں کو بھی یاد کر لیں تو بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں ۱۱

ایک بحث وقف کرنے کے قواعد میں (قاعدہ ۱۱) جو معنی دہکتا ہوا اس کو چاہیے کہ انہی مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان بنا ہوا ہے۔ بلا ضرورت نیچے میں نہ پڑھے۔ البتہ اگر نیچے میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے۔ پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر پڑھ گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اورد با بعد سے ملا کر پڑھے۔ اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھو یا اوپر سے بدون معنی کچھ ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی طاقت نہ ہو شہدہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے اور ایسی مجبوری کے وقت میں ایک اس بات کا خیال رہے کہ کلمہ کے نیچے میں وقف نہ کرے بلکہ کلمہ کے ختم پر پڑھے اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سونہ لقمہ کے شروع میں بچا اُنزل اِلَیْک کے کاف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کاف کو ساکن کر دینا چاہیے نہ کہ اس کے ساتھ وقف

۱۱۔ ان قواعد میں کوئی طرح کے فائدے شامل ہیں۔ مگر بھی جن میں وقف کرنے کا موقع بیان کیا گیا ہے اور وہ بھی جن میں وقف کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے ۱۲۔ کیونکہ یہ نشانات ٹھکانے قرآن کے سونوں میں خود کر کے عام لوگوں کی سہولت کی خاطر لکائے ہیں اور یہ نشانات یہ ہیں: دائرہ (O) حرّ - ط - ج - ث - وغیرہ ۱۲۔ تاکہ کلام مربوط اور مسلسل ہو جائے۔ نیز دیر میں پڑھنے کے بعد اُگے پڑھنے کی صورت میں بھی کے سمجھنے میں غلطی لگ جانے کا جو امکان ہوتا ہے اس سے بھی محفوظ رہے ۱۳۔ کیونکہ جب تک قرآن مجید کے معنی اور نحوی ترکیب سے واقفیت نہ ہو تو ظاہر ہے کہ احادیث کا مکمل معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حق سے ناواقف طلبہ میں مریاں میں پڑھ جانے کی صورت میں جب اوپر سے لوٹائی تو ان کو چاہیے کہ اسی جگہ سے لوٹائیں جہاں وقف کا نشان بنا ہوا ہو ۱۴۔ یعنی کسی دوسرے وقف میں عالم کو اس موقع سے اطلاع دے کر آئندہ کے لیے عادیہ کی جگہ معلوم کر لیں۔ ہاں اگر کوئی عالم بروقت تیسرا جائیں تو اس وقت بھی دریافت کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا کر لیا جائے کہ جن موقعوں میں وقف کے نشانات موجود ہیں نہ ہیں۔ اور ایک نشان سے دوسرے نشان تک فاصلہ نیا دہ ہے کہ ایک سانس میں پڑھا نہیں جاسکتا۔ ان موقعوں کے متعلق کسی عالم سے دریافت کر کے ضرورت کے وقت درمیان بگھلنے سے لوٹانے کے مواقع ضبط کر لیں تو اس سے ہمیشہ کے لیے پرسدہ حل ہو سکتا ہے ۱۵۔ کلمہ کے مریاں وقف کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ نہ اس وقت جب وقف اختیار سے کیا جائے اور نہ اس وقت جب مجبوری سے کیا جائے مگر چونکہ مجبوری کی حالت میں ایسی باریک باتوں کا عام طرح خیال نہیں رہتا اس لیے مولانا نے اس حالت میں خصوصیت کے ساتھ احتیاط کرنے کی ہدایت فرمائی ہے ۱۶۔

نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگ آیت کے ختم پر سنان کر پڑھتے ہیں۔ مگر بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کرتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جو کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے۔ اسی کے موافق وقف کرو۔ اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو۔ پڑھنے کے موافق وقف نہ کریں گے مثلاً اَنَامِیْنَ جَوَاعِدُ نَوْنِ کے بعد ہے وہ وہیے تو پڑھنے میں نہیں آتا لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے۔ اور پھر جب اس کلمہ کو توالی کے طور پر اس وقت چونکہ ما بعد سے لاکر پڑھیں گے اس لیے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو۔ اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں۔ مستنبذ قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق وقف کرو اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں اَوَّیْہُ فَوَا سُوْرَہٗ بَقَرَہٗ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنُ تَبَّعَ مَا سُوْرَہٗ مَائِدَہٗ کے پانچویں رکوع میں اور لَبَّکُوْا سُوْرَہٗ رُومَ کے چوتھے رکوع میں اور لَبَّکُوْا سُوْرَہٗ مَعْدَہٗ محمد کے اول رکوع میں اور لَبَّکُوْا سُوْرَہٗ محمد کے چوتھے رکوع میں اور شَمْعُوْا چار بجے سورہ فرقان اور سورہ معنکوت اور سورہ نجم میں اور دُوسرا اَوَّیْہُ سُوْرَہٗ دہر کے پہلے رکوع میں ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا۔ نہ وصل میں نہ وقف میں اور لَبَّکُوْا سُوْرَہٗ مَعْدَہٗ میں اور اَنُ تَبَّکُوْا اور اَلْمَرْسُوْلَ

۱۱ یعنی ان تین باتوں کو ملحوظ رکھو۔ نیز کہ سائن اور دین کو نہ حرکت کے ساتھ وقف کرنا جائز نہیں اور نہ باذنم میں نہ تثنیٰ ہی حرکت دہانہ ہے جس کا بیان سنن ترمذی اور طبرانی میں موقوف علیہ پر سانس اور آواز دونوں کا منسلک کرنا سبوح و تعالیٰ اور لفظا ہو وقف میں اس کو اسی طرح چڑھنا اور ان سب باتوں کا خیال رکھنا وقف میں۔ برائے میں نہ تثنیٰ ہی ہے مجبوراً کے وقف میں بھی اور اس وقت بھی جب وقف اختیار سے کیا جائے۔ یعنی یا سنا ظان قاعدہ سے خارج ہیں اور ان کے اخیر میں جوالٹ لکھا ہوا ہے وہ وقف میں بھی نہیں پڑھا جاتا۔ اس سورہ کے چھٹے رکوع میں یہ لفظ تثنیٰ لکھا گیا ہے مگر یہاں اس سے مراد صرف اَنُ تَبَّکُوْا ہے کیونکہ الف کسی کے اخیر میں لکھا ہوا ہے ۱۲ یا اور ان کے بدلے تمام کلمات دُپ کے قاعدہ کی مثال میں اور خطاب یہ ہے کہ ان کا الف کو سانس وصل میں نہیں پڑھا جاتا لیکن چونکہ لکھا ہوا ہے اس لیے وقف میں پڑھا جائے گا ۱۲۔

اور اَلْسِيْلَ يَتَنَزِلُ سَدُهُ اَحْزَابِيْنَ اور سَلَا سَلَا اور يَهْلِكُ قَوَارِيْرُهَا یہ دونوں سورہ
 و ہر میں اور اُنکا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں ان تمام لفظوں میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا
 جاتا اور بحالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلَا سَلَا کو بحالت وقف میں
 بدون الف پڑھا بھی مروی ہے یعنی سَلَا سَلَا رُفَاعاً عِدلاً جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر
 وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں۔ اور اگر متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے
 کے تین طریقے ہیں۔ ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ
 کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے اس کو روم کہا جاتا ہے اور اندازہ
 اس کا حرکت کا تھا کہ حصہ ہے اور مزید بریں نہیں ہوتا۔ صرف زیر امدیش میں ہوتا ہے جیسے پسند
 امدیش کے ختم پریم پر بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جاوے کہ جس کو بہت تپاس والا لگے یا نہ لگے
 کے نوں پر ایسا ہی فعل سا پیش پڑھ دیا جائے اور درست اللامعین کے نوں پر چونکہ زبر ہے یہاں
 ایسا نہ کر لیں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کی حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے یعنی پڑھا
 بالکل نہ جائے بلکہ اُس کی حرکت کے ظاہر ٹھٹھنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اُسی طرح
 ہونٹوں کو بنا دیا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے اور یہ اشمام کہلاتا ہے اور
 اس کو پاس الابی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں البتہ آنکھوں والا
 پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پچان سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے اور یا اشمام صرف پیش میں
 ہوتا ہے اور نہ راہدیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً فَتَوَكَّلْ کے نوں پر پیش ہے۔ اس پیش کو پڑھا تو
 بالکل نہیں نوں کو ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نوں ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسے پیش ٹھٹھنے کے

کلمہ کیونکہ دوسرے کا حکم اس سے پہلے سُودَا و عَرَبِیَّہ کے ساتھ بیان ہو چکا ہے ۱۲۔ پس اس میں وقف دو ہیں
 ہونٹوں۔ بالالف اور بلاالف ۱۲۔ یعنی کوئی نئی بات و در زناس اور ادا کا تو در دینا اور رسم الخط کا لحاظ
 رکھنا یہ باتیں اس حالت میں بھی ضروری ہیں کہ اس صورت کی مثالیں فَا لَوْ اَنَّ فَنَسْنَا اور عَلَیْکُمْ وغیرہ میں کیونکہ
 ان میں صرف موقوف علیہ یعنی واو الف اور یہ پہلے ہی سے ساکن ہیں ۱۲۔ یعنی روم کے ساتھ وقف نہیں
 کریں گے ۱۲۔ پس کَلْعَلْ کے نوں میں ادا کیونکہ یہ میم میں اشمام نہ ہوگا کیونکہ نوں مفتوح اور میم مکسورہ ۱۲
 یعنی ادا کرنے کے فوراً ہی بعد کیونکہ اگر ہونٹوں کو ادا کرنے کے وقت گول کر دیا جائے گا تو ظہر حرکت زبان سے
 بھی ادا ہو جائے گی اور اشمام میں زبان سے ادا نہیں ہوتی صرف ہونٹوں سے ہی اشارہ ہوتا ہے ۱۲

کسی عالم سے پوچھ لو (قاعدہ ۱۱) کہ جس کلمہ پر وقف کرو۔ اگر اس کے آخر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشکام میں تشدید بدستور باقی رہے گی (تعلیم الوقف) (قاعدہ ۱۲) جس کلمہ پر وقف کیا جاوے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالت الوقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے جیسے کسی نے قَانَ کُنْ نِسَاءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے نِسَاءً (قاعدہ ۱۳) جس قدر وقفی کا بیان کیا دھویں لمحہ کے قاعدہ ملا میں ہوا ہے۔ اگر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے اس وقت وہ ٹکڑہ ہوگا مثلاً اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ اَلْحَمْدُ میں اگر پیش یا زبر کا ذرا سا حقد نظر ہو کر لی۔ تو پھر مَدَنے کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ زیر عارضی ہے۔ حاشیہ ۱۲ و ۱۳ کے مضمون سے متعلقاً مضمون لمحہ ۱۴ حاشیہ ۱۵ تا ۱۸ میں بھی بیان ہو چکا ہے ۱۲ مطلب یہ ہے کہ تنوین کی طرح وقف میں تشدید حذف نہیں ہوتی۔ کیونکہ تشدید کے حذف ہو جانے سے عام طور پر ایک حرف کی کمی ہو جاتی ہے چنانچہ مُسْتَقَرًّا جیسی مثالوں میں آءِ بجا بہت وقف بھی مشدودی پڑی جائے گی اور تشدید کا حذف ہو کر جائز نہیں ہوگا ۱۳ کیونکہ زبر کا تنوین الف ہی کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے حَبِیْرًا۔ بَحِیْرًا اور مَدَنِیْرًا وغیرہ کا تنوین پس وں میں تو تنوین ہی پڑھا جائے گا۔ اور وقف میں وہ تنوین الف سے بدل جائے گا اس لیے کہ وقف رسم کے تابع ہے۔ مَدَنِیْرًا و پیش کا تنوین سو چونکہ لکھنے میں نہیں آتا اس لیے وقف میں حذف ہو جاتا ہے جیسے مَدَنِیْرًا حَبِیْرًا اور بَحِیْرًا حَبِیْرًا کا تنوین۔ لیکن تن کی مثال یعنی نِسَاءً میں جو الف لکھا ہوا نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مثال فی الرسم کی وجہ سے حذف ہے۔ اور مثال فی الرسم کی تشبیح نصاب کی اگلی کتابوں میں آجائے گی ۱۴

۱۵ یاں مد سے مراد طول اور توسط ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ اَلْحَمْدُ میں ان میں صرف قصر مُسْتَقَرًّا جیسے کلمات پر اگر روم کے ساتھ وقف کیا جائے گا تو اس صورت میں ان میں صرف قصر ہی ہوگا۔ طول و توسط نہ ہوں گے۔ کیونکہ طول و توسط اسی صورت میں ہوتے ہیں جب مدہ کے بعد والے حرف کو پورے طور پر ساکن پڑھا جائے اور روم میں وہ پورے طور پر تناسک نہیں ہوتا بلکہ اس کی حرکت کا کچھ حصہ ادا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی تعریف میں گذرا ۱۲۔

چودھواں لمعہ فوائد متفرقہ ضریبہ کے بیان میں

ادگوں میں سے بعض بعض فوائد پر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے۔ شاید خیال نہ ہے اس لیے ان کو پھر لکھ دیا اور دنیا و نونے فائدہ میں۔ (فائدہ ۱) : سورہ کف کے پانچویں رکوع میں لَکِنَّا هُوَ اَمْلٰهُ لَیْنٰ مَلِکِنَّا میں الف لکھا تو ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا (فائدہ ۲) : سورہ دہر کے شروع میں سَلَامٌ سَلَامٌ یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے (فائدہ ۳) : اسی سورہ دہر میں وسط کے قریب تَوَّاسٍ یُّبَاقُوْا اَرْمٰیْکَ اَوْ فُحْصَ سے اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے۔ سوان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ نو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو۔ پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائے گا اور وقف نہ کرو تو نہیں پڑھا جائے گا۔ اور دنیا و عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ وقف کرنے میں، دوسری جگہ

حواشی لمعہ چہارم ۱۵ فوائد متفرقہ ایسے فائدوں کو کہتے ہیں جو کسی ایک مضمون کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ ان کے ضمن میں مختلف قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہوں۔ چنانچہ بیان بھی ایسا ہی ہے کہ کسی فائدہ کے ضمن میں تو کسی لکھ کے الف کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے اور کسی کے ضمن میں حرطت اور بسطت کے ادغام کا حکم بتایا ہے اور کسی کے ضمن میں سکتہ کا مسئلہ بیان کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور متفرقہ کے معنی مختلف ہی کے ہیں ۱۲ ۱۵ چنانچہ داتا ملا اس سے پہلے کے مختلف احکامات میں بیان ہو چکے ہیں جن میں سے پہلے تین کا ذکر تیرھویں لمعہ کے شروع میں ہے اور باقی تین کا حوالہ خود متن میں موجود ہے ۱۲ ۱۵ یعنی وقف اور وصل میں مکرر وقف سے مراد سلا سلا کے آخر پر وقف ہے ورنہ اس الف پر نہ وقف کر لیا نہ ہی نہیں کیونکہ یہ لکھ کے درمیان ہے ۱۲ ۱۵ کیونکہ بیان کلمات میں سے ہے جن کا الف باوجود لکھا ہوا ہونے کے وقف میں نہیں پڑھا جاتا اور اس کا بیان تیرھویں لمعہ کے شروع میں لَیْسَ لَکُمُوْا اور لَکُمُوْا وغیرہ کے ساتھ آچکا ہے ۱۲ ۱۵ کیونکہ یہ ان کلمات میں سے ہے جن پر وقف رسم کے مطابق ہوتا ہے اور اس کا ذکر بھی تیرھویں لمعہ میں لَکِنَّا اور اَلْطُّوْا وغیرہ کے ساتھ آچکا ہے ۱۲ ۱۵ کیونکہ یہ ان ایت ہے اور ایت وقف کا سب سے بہتر موقع ہے ۱۲

نبیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو دوسری جگہ ست پڑھو۔ (فائدہ ۱۷)؛ قرآن میں ایک جگہ ما لہ ہے یعنی سورہ ہود میں جو یسیرا ملئہ تجرہا ہے اس کا بیان معہ نمبرہ قاعدہ ۱۷ میں دیکھو۔ (فائدہ ۱۸)؛ سورہ جم سجدہ میں ایک جگہ نشیل ہے اور عَجَبِیٌّ اس کا بیان بارہویں معہ کے قاعدہ ۱۸ میں گذرا ہے دیکھو (فائدہ ۱۹)؛ سورہ حجران میں یَسُّوْا اِنَّ سِحْرَہٗمِ اِلَّا سِحْرٌ کَاہِنَہٗ فِیْہِمْ پڑھا جانا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں۔ اس کا بیان بھی بارہویں معہ کے قاعدہ ۱۸ میں گذرا ہے۔ (فائدہ ۲۰)؛ لَکِنِّیْ اَبْطَلْتُ اور اَحْطَطْتُ اور مَا فَکَّرْتُ خَطْبُہٗ اور مَا فَکَّرْتُ طُتُّہٗ میں ادغام ناتمام ہے یعنی حَلَمَ کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدوکر کے اس طرح پڑھا جاوے کہ طام انہی صفت استغلا و اطباق کے ساتھ بدون تعلقہ کے پڑا دہرا اور تاء با یک دہرا اور اَسْخَرْتُ تَخْلَعُکُمْ میں بہتر یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جاوے یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اوڑھو لوں کو ملا کر مشدوکر کے پڑھا جائے (فائدہ ۲۱)؛ وَتَ وَالْقَلْبَہٗ اور لَیْسَ وَالْقُرْآنَ اَلْحَکِیْمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یَرْمُکُوْنَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دوسریں معہ کے

۱۷ ادغام ناتمام اور ادغام ناقص ایک ہی چیز ہے۔ اس کا مطلب سین مد میں نون ساکن و زنجیری کے احاطہ میں ضمن میں بیان ہو چکا ہے یعنی ایسا ادغام جس میں مدغم و ملغم فیہ سے پوری طرح زبردے بکواس کی کوئی صفت قافی ہے۔ چنانچہ نون ساکن و زنجیر کا ادغام و اوامیدیا میں اور طام کا ادغام تاء میں اسی طرح کا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں نون کی صفت غنہ قافی رہتی ہے اور یہاں طام کی صفت اطباق باقی رہتی ہے اور ادا کرنے کا طریقہ قافی میں مذکور ہے۔ رہا کافوں سے سن کر محسوس کرنا اور پھر اس کے موافق ادا کرنا سورہ اُتَاد کی تباہ سے سننے اور اس کے موافق مشق کرنے سے ہی ہر مسئلہ ہے۔ اور طام کے اس ادغام کی مثالیں قرآن میں بھی چارہ پا گئی ہیں جو جن میں مذکور ہیں ۱۲۔

۱۷ کیونکہ اگر تعلقہ کیا جائے تو ادغام نہ رہے گا۔ بلکہ اظہار ہو جائے گا ۱۳۔ لفظ بہتر میں اس طرح اشارہ ہے کہ اس میں ادغام ناقص بھی جائز ہے گو بغیر اوڑھی ہے۔ ادغام تام کی کیا۔ تو قافی میں مسج ہی ہے۔ اور ادغام ناتمام کی کیفیت یہ ہے کہ قاف کو کاف سے پوری طرح بدل دیا جائے بلکہ اس کی صفت استغلا کو باقی رکھ کر بغیر تعلقہ کے ادا کیا جائے مَا فَکَّرْتُ طُتُّہٗ وغیرہ کی طرح ۱۲۔

قاعدہ میں آچکا ہے۔ اس واقعہ میں دغام ہونا چاہیے مگر دغام نہیں کیا جاتا۔ (فائدہ) سورہ یوسف کے دوسرے رکوع میں جو لکھا "مَنْ كَانَ مُتَّكِئًا" اس میں نون پر شام کیا کرو۔ فائدہ قرآن مجید میں کہیں کہیں لکھا ہوا پاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو۔ اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے مثلاً سورہ قیامہ میں ہے "مَنْ يَسْتَسْمِعُ" تو یہ مکتوب کے موافق من کے نون کا سا میں دغام ہو جاتا ہے مگر دغام نہیں ہوا۔ کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے بھجواؤ گویا نون اور آدھ میں اتصال نہیں رہا۔ اس لیے دغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے "وَجَوَّجْنَا" تو اگرچہ جو جوا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا بلکہ بر کی تنویر کو الٹ سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا اور نام قرآن شریف میں خفض کی روایت میں کل سکتے چار ہیں۔ ایک سورہ قیامہ میں "وَمَنْ يَسْمِعُ" سورہ یسین میں "مَنْ يَسْمِعُ" تاکہ الٹ پر جبکہ مابعد سے ملا کر پڑھا جاوے اور چوتھا سورہ مطفقین میں "كَذَلِكَ" کے لام ساکن پر

نہ کیونکہ حضرت خفض رحمہ اللہ کی روایت کے موافق ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ انھوں نے ان لوگوں کو اپنے استاد سے انھار کے ساتھ پڑھا ہے ۱۲ ص ۱۱۱ نون کی نشید اور غنہ ادا کرتے وقت جو نون کو اس طرح گول کر لیا کرو کہ جس طرح پیش کے وقت کیے جاتے ہیں اسی کو شام کہتے ہیں اور کیفیت اس کی استاد کے ہونٹوں کو دیکھ کر ہی معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ ص ۱۱۱ یعنی آواز کا نون تا متحرک کو ساکن کرنا زبر کے تنویر کو الٹ سے بدلا اور دغام وغیرہ کا نہ کرنا ۱۳ ص ۱۱۱ اگرچہ وقف اور سکتہ میں یہ فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دیا جاتا ہے اور سکتہ میں نہیں توڑا جاتا لیکن آواز چونکہ دونوں میں توڑی جاتی ہے۔ اس لیے ایک حرف کا دوسرے حرف کے ساتھ اتصال جیسے وقف میں نہیں رہتا ایسے ہی سکتہ میں بھی نہیں رہتا۔ اور یہ احکام یعنی دغام اور اخفاء وغیرہ اتصال ہی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے وقف کی طرح سکتہ میں بھی یہ احکام پیدا نہیں ہوتے ۱۴ ص ۱۱۱ پس سکتہ الٹ پر ہوگا نہ کہ تنویر پر کیونکہ وقف کی طرح سکتہ میں بھی زبر کے تنویر کو الٹ سے بدلا ضروری ہے۔ جیسا کہ حاشیہ ۱۱ میں بیان ہوا ۱۴ ص ۱۱۱

۱۵ ص ۱۱۱ ملاحظہ فرمائیے لگائی ہے کہ اگر یہاں وقف کر دیا جائے تو سکتہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ سکتہ وصل ہی میں ہوتا ہے ۱۶ ص ۱۱۱

بس ان کے سوا سورہ فاطمہ وغیرہ میں کہیں سکتے نہیں۔ (فائدہ ۱۱)۔ بقرآن مجید میں جہاں پیش آوے اس کو واؤ معروف کی سی ٹوڑے کر پڑھو۔ اور جہاں زیر آوے اُس کو یا ئے معروف کی سی ٹوڑے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ جمول پیدا ہوتی ہے۔ اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اُس کو بڑھا دو تو یا ئے جمول پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے ایسا مت کرو۔ بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اُس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو۔ اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اُس کو بڑھا دیا جائے تو یا ئے معروف پیدا ہو۔ اور زیر کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سُن لو۔ کھانا ہڑا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔ (فائدہ ۱۲)۔ جب واؤ مشدّد یا یا ئے مشدّد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے جیسے

۱۳ سورہ فاتحہ میں سکتہ کی نفی اس لیے فرمائی ہے کہ بعض علماء اس میں مندرجہ ذیل سات مقفول پر سکتہ کرتے ہیں مَا اَلْحَمْدُ کے دال پر واؤ یثیق کی تھاد پر واؤ یثیق، مَا مَالِكِ اِيَّاكَ اور اِيَّاكَ کے کاف پر واؤ اَلْعَمَّتِ کی تاد پر واؤ اَلْعَضُوبِ کی بادر پر گنوب یاد رکھو کہ ان ترغیضوں پر سکتہ کرنا بالکل غلط اور لغو ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ فن کی کتابوں میں ان سکتوں سے سختی کے ساتھ واکا گیا ہے ۱۲

۱۴ یعنی باریک اور لطیف اور ٹوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ پیش میں واؤ معروف کا اور زیر میں یا ئے معروف کا اثر ہونا چاہیے۔ اس طرح کا اگر زیر پیش کو کھینچا جائے تو اس سے یا ئے اور واؤ معروف پیدا ہوں نہ کہ جمول جیسا کہ کچھ آگے چل کر تم میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے ۱۲ اس کا مطلب یہ ہے کہ عربی میں واؤ اور یا ئے جمول کا تلفظ ہے ہی نہیں۔ البتہ فارسی اور اردو میں معروف اور جمول دونوں طرح کے واؤ اور یا ئے ملتے ہیں۔ مثالیں آئندہ حاشیہ میں دیکھو ۱۹ اسے غابر ہے کسی حرف کا تلفظ جس طرز سے سمجھ میں آسکتا ہے کھانا ہڑا دیکھ کر اس طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ البتہ معروف اور جمول دونوں طرح کی واؤ اور یا ئے کی مثالوں میں غور کرنے سے فرق محسوس ہو سکتا ہے۔ واؤ اور یا ئے معروف کی مثال فوراً جمول کی مثالیں سوا اور ویش ہو سکتی ہیں ۱۲ کیونکہ سختی سے اوانہ کرنے کی صورت میں واؤ اور یا ئے سے پہلے واؤ غلہ اور کسرہ میں اشباع ہو جاتا ہے اور واؤ اور یا ئے مخفّف ہو جاتے ہیں اور تشدید باقی نہیں رہتی اور تشدید بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں واؤ ویش یعنی دیر لگانی چاہیے۔ پس حرف مشدّد میں واؤ یا ئے کا خیال رکھا جائے۔ ایک یہ کہ خرج کو کچھ سختی سے ملایا جائے اور دوسری یہ کہ کچھ مزید ملائے رکھا جائے لیکن اس کا بھی خیال

عَدُوٌّ اَوْ عَلِيٌّ النَّبِيِّ (فائدہ ۱۳) سورہ یوسف میں ہے لِيَكُونُوا مِنَ الْمُتَضَرِّعِينَ اور سورہ علق میں ہے لَنَسْفَعًا بِاِلٰهِنَا جِيَةً اَكْبَرُ لِيَكُونُوا اور لَنَسْفَعًا بِرُؤُفِكَ وَتَوَالِفٍ سے پڑھو یعنی تنزین مت پڑھو (فائدہ ۱۴) یہ چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ کچھ توجہ تے ہیں صَاد سے اور اس پر چھوٹا سائین لکھتے ہیں اس کا قاعدہ سمجھ لو۔ ایک تو سورہ بقرہ میں ہے۔ يَتَقَبَّضُ وَيَبْصُطُ وَاُخْرٰى سُوْرَةُ اَعْرَافٍ فِي الْخُلُقِ بِصَطْطٍ اِنْ دَوْنُوْنَ جُكُوْنَ مِي سِيْنَ پڑھو۔ تیسرا سورہ طور میں اَمْرُهُ الْمُصْطَبُ اس میں چارے سِین پڑھو چارے صَاد پڑھو۔ چوتھا سورہ غاشیہ میں بِمُصْطٰطٍ اس میں صَاد پڑھو۔ (فائدہ ۱۵)۔ کئی مواقع مت لکھ کر ان میں ایسے ہیں کہ کچھ ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے ل۔ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو۔ ایک سورہ آل عمران میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَحْمَدُہٗ وَنُشْكِرُہٗ وَنُؤْتِيہٗ سُوْرَةُ تَوْبَةٍ مِّنْہٗ وَلَا اَوْصِعُوْا تٰیْسِرًا سورہ نمل میں اَوَّلَ لَا يَجْعَلُہٗ جَوْشَدًا اَصْفَتْ مِّنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ پانچواں سورہ حشر میں لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ۔ اسی طرح سورہ آل عمران کے پندرھویں

سے کہ تشدید کے انتہام میں واؤ اور یا تشدید نہ ہو جائیں۔ تشدید اولیٰ چیز ہے اور ثنثت اور چیز ۱۲ لِيَكُونُوا اور نَسْفَعًا کی ظاہری صورت کو دیکھتے ہوئے تو اس فائدہ ملا کا بظاہر کوئی فائدہ کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ زبر کے تنزین کا عام قاعدہ ہی ہے۔ کہ وقتاً اس کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ تیرھویں لہجہ کے فائدہ میں گند چکا ہے۔ لیکن حق یہی ہے کہ اس فائدہ کی ضرورت تھی اس لیے کہ ان دونوں لکھوں کے آخر میں دونوں ہے وہ دونوں تو یہ نہیں بلکہ نون خفیفہ ہے کیونکہ نون توین اسمی کا خاصہ ہے اور یہ دونوں فعل ہیں مگر ان کا نون عام دستور کے خلاف نہر کے تنزین کی صورت میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اس بات کا احتمال تھا کہ کوئی شخص گمہ کی اصل کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں ان پر نون کے ساتھ وقعت نہ کر دے۔ اس لیے مولف نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وقت چنہر رسم کے تابع ہے۔ ان دونوں نونوں کی رسم الف سے ہے۔ اس لیے یہاں وقت الف کے ساتھ ہوگا نہ کہ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے نون کے ساتھ۔ اور تم میں جس تنزین کے پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ اس تنزین سے مراد نون ہی ہے۔ چونکہ دونوں کا تلفظ ایک جیسا ہوتا ہے اس لیے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کر دیا ہے ۱۲۔ دائرہ علم۔

رکوع میں لکھا ہوا ہے اَفَاسِیْنُ اور پڑھا جاتا ہے اَفَاسِیْنُ اور چند مقامات میں لکھا ہوا تو ہے مَلَآ سِیْہِ اور پڑھا جاتا ہے مَلَکِیْہِ اور سورہ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا تو ہے لِشَاقِیْ اور پڑھا جاتا ہے لِشَاقِیْ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے مَبْکَاشِیْ اور پڑھا جاتا ہے مَبْکَاشِیْ ۔

تنبیہ :- مذکورہ قواعد اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ۔ اور جن میں اختلاف ہے میں نے ان میں سے امام حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قواعد لکھے ہیں ۔

۵۲۲ اس قاعدے کے سمجھنے کے لیے مزید کمی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔ فقہ کی عبارت ہی کافی واضح ہے ۔ ۵۲۳ یعنی الف صمت پڑھو ۔ کیونکہ ان کلمات میں الف چڑھنے سے لفظ بالکل غلط ہو جاتا ہے ۔ ۵۲۴ قرآن مجید کے بعض کلمات کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کئی طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے ۔ مثلاً مَلِیْکِ یَوْمَ الدِّیْنِ کو مَلِیْکِ اور مَلِیْکِ یَوْمَ الدِّیْنِ اور مَکَا یَحْدُوْنَ کو مَکَا یَحْدُوْکَ اور مَکَا یَحْدُوْکَ وغیرہ وغیرہ ۔ بس انہیں اختلافات کو اختلافات قراءت کہتے ہیں ۔ جن کو بہت سے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ۔ اور پھر اپنے شاگردوں کو پڑھایا ۔ اور پھر صحابہؓ کے شاگردوں نے بھی آگے اس فن کو یعنی قراءت کے اختلافات کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا ۔ صحابہؓ اور تابعین سے جن لوگوں نے قرآن پڑھا اور بعد کے لوگوں کو پڑھایا اور تو بہت اور بے شمار ہیں ۔ لیکن ان میں سے سات ایسے مشہور اور ممتاز ہیں ۔ جن کو ساری دنیا جانتی ہے ۔ ان سات کو ائمہ قراءت یعنی قراءت کے امام کہتے ہیں ۔ پھر ان سات میں سے ہر ایک کے بے شمار شاگرد ہوئے ہیں ۔ لیکن دو دو شاگرد ہر امام کے ایسے مشہور اور لائق ہوئے ہیں کہ وہ بھی اپنے اُستادوں کی طرح ساری دنیا میں مشہور ہیں ۔ ان سات ائمہ میں سے ایک امام عاصمؓ بھی ہیں ۔ ان کے دو مشہور شاگردوں میں سے ایک کا نام حضرت امام شعبہؓ اور دوسرے کا نام امام حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے ۔ اگرچہ ان سب قاریوں کی قراءتیں اور ان کے شاگردوں کی روایتیں آج بھی دنیا میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں ۔ اور علماء نے ان میں کتابیں بھی لکھی ہیں ۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت حفصؓ کی روایت ہے ۔ اور سارے جہان میں زیادہ تر یہی پڑھی پڑھائی جاتی ہے ۔ یہیں مولانا نے یہ رسالہ انہی حضرت

جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور انھوں نے مسترآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصمؒ تابعی سے۔ اور انھوں نے ندر بن حبیش اسدیؒ اور عبداللہ بن حبیب سلمیؒ سے اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے امدان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حفظ کی روایت کے موافق لکھا ہے اور جس کلمہ میں ان کا اور دوسرے قاریوں کا اختلاف ہے۔ وہاں اسی روایت کے موافق لکھا ہے اور آگے حضرت حفصؓ کی سند بیان کی ہے یعنی ان حضرات کے امدائے گرامی بیان کیے ہیں۔ جن کے ذریعہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پہنچا ہے اگرچہ اسمائے گرامی زیادہ ہیں لیکن واسطے صرف تین ہیں۔ ہم نے طلبہ کو سمجھانے کی غرض سے تین میں واسطوں پر زبر لگا دیے ہیں۔

پس امام حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاگرد ہیں امام عاصم کو نبی کے اور یہ پہلا واسطہ ہیں۔ اور امام عاصم شاگرد ہیں حضرت ندر بن حبیش اسدیؒ اور حضرت عبداللہ بن حبیب سلمیؒ کے۔ اور دونوں دوسرا واسطہ ہیں۔ کیونکہ امام عاصمؒ نے ان دونوں ہی سے پڑھا ہے۔ اور پھر یہ دونوں شاگرد ہیں پانچ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کے یعنی حضرت عثمانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے۔ پس یہ پانچوں صحابہ تیسرا واسطہ ہیں اور باقی ظاہر ہے۔



خاتمہ

چاند کا پورا المعب بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے۔ وہاں جی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے۔ ۲۱ یے یہاں پہنچ کر سالہ ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرما دے۔ غالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولائی دینا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ۔ ۵ صفر ۱۳۳۴ھ

۲۵ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی طرف سے نسبت ہے جس کو متوسلین کی فرمائش پر مولانا نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ جس کا ذکر خطبہ الکتابت میں ہے۔

۱۱۱ محقق پر تقصیر ابوالاشرف بھی جلد ناظرین سے بالعموم اور متقیین و متعین و دیگر خدام قرآن سے بالخصوص فلاح و داین اور حسن خاتمہ کی دعا کا طالب ہے۔ امید ہے کہ ان حواشی سے استفادہ کرنے والے اور ان کا مطالعہ کرنے والے حضرات اپنی دعوتِ صالحہ میں اس ناچسپند کو اور ساتھ ہی کتاب کے کاتبوں کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔

والخرء علوان الحمد لله رب العالمین وصلى الله تعالى
على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه
واخروا وجه وذرياتهم واهل بيته اجمعين وارحمنا
معهم برحمتك يا ارحم الراحمين

تمت بالخير

۲۴ رزی الحجہ ۱۳۸۲ھ بروز یک شنبہ۔ بوقت ۲ بج کر ۵۵ منٹ (دوپہر)

مُعَلِّمُ التَّجْوِیدِ لِلْمُتَعَلِّمِ الْمُسْتَعِدِّ

(علم تجوید کی دوسری اہم اور مفید ترین کتاب)

مُصَنَّفُ: حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب علم تجوید کے موضوع پر بالکل نئے انداز اور نئے طرز کی ہے نہایت جامع اور فن کے جملہ مسائل پر حاوی ہے۔ ہر مسئلہ کو نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں بشکل سوال و جواب سمجھایا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوگا کہ گویا آپ اپنے مشفق اور مہربان استاد سے فن کے مسائل دریافت کر رہے ہیں اور وہ نہایت شفقت اور خیر خواہی کے جذبہ سے آپ کے سوال کی ایک ایک شق کا جواب دے رہے ہیں۔ اس طرح اس کتاب کے پڑھ لینے سے فن کے تمام مسائل نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ زبان نہایت سلیس عام فہم طرز بیان دل آویز اور ترتیب نہایت عجیب ہے کہ متعلم ذرا سی محنت سے بآسانی قواعد و تجوید پر عبور حاصل کر سکتا ہے علم و تجوید میں ماہر و کامل بننے اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کتاب کے شروع میں نہایت مفید اور ضروری مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں قرآن کریم کی محفوظ تلاوت قرآن مجید کے فضائل اور اس کی جمع و تدوین کی تاریخ وغیرہ یہ چیزیں مختصر طور پر بیان کی گئی ہیں۔ کتاب کی افادیت اور خوبیوں کا پورا پورا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکے گا۔ صفحات ۲۴۸

نوٹ:- نصاب کے ترتیب کے لحاظ سے معلم التجوید کا درجہ اچھا اقرآن کے بعد اور فائدہ کی بناء پر ہے۔ اس لیے اگر اچھا اقرآن ہے بعد کے مطالعہ کے لیے یا اپنے طور پر مطالعہ کر رہے تو اس سے انشاء اللہ العزیز فائدہ کیلئے کے کما حقہ سمجھنے میں بہتے ہیں اس لیے پتھر آسکتے ہیں۔